ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
Siraj-ul-Haq Siddiqi
۱۱ر دسمبر ۱۹۵۹ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

از جناب ابو عبد الرحمٰن لدھیانوی بھیرہ

فرقِ درجات

افرادِ انسانی کے درجات میں نمایاں فرق

تمہارے آپس میں بے حد فرق مدارج رکھا۔ چنانچہ شکل و صورت، رنگت، لہجہ، اخلاق و ملکات، محاسن و مساوی، رزق، دولت عزّ و جاہ وغیرہ میں افرادِ انسانی کے بے شمار درجے ہیں۔ تاکہ ظاہر ہو جائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک خدا کا حکم مانتا ہے۔ ان کثیر التعداد مختلف احوال و درجات مراد لئے ہیں جن میں حسبِ استعداد و لیاقت ان کو رکھا گیا ہے۔ اس تقدیر پر آزمائش کا حاصل یہ ہوگا۔ مثلاً غنی حالت غنا میں رہ کر کہاں تک شکر کرتا ہے اور فقیر حالت فقر میں رہ کر کس حد تک صبر کا ثبوت دیتا ہے۔ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ط پ ۸ ع ۷۔ ترجمہ۔ اس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا ہے۔ اور بعض کے درجے بعض پر بلند کر دیئے ہیں۔ تاکہ تمہیں اپنے دیئے ہوئے حکموں میں آزمائے۔

سچے ایماندار کون ہیں

اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ ۚ پ ۹ ع ۱۵۔ ترجمہ۔ وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے ایمان والے ہیں۔ ان کے رب کے ہاں ان کے لئے درجے ہیں۔ اور بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے۔

(مطلب) پکے مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں خدا سے ڈریں۔ آپس میں صلح و آشتی سے رہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے نہ ڈالیں۔ اپنی آراء و جذبات سے قطع نظر کر کے محض خدا و رسول کا حکم مانیں۔ جب خدا کا نام درمیان میں آ جائے تو ہیبت و خوف سے کانپ اٹھیں۔ آیات و احکام الٰہی سُن کر ان کا ایمان و یقین زیادہ مضبوط ہوتا رہے۔ اس قدر مضبوط و قوی ہو جائے کہ ہر معاملہ میں ان کا اصلی بھروسہ اور اعتماد بجز خدا کے کسی پر باقی نہ رہے۔ اسی کے سامنے سرِ عبودیت جھکائیں۔ اسی کے نام پر مال و دولت خرچ کریں۔ غرض عقیدہ۔ خلق عمل اور مال ہر چیز سے خدا کی خوشنودی کے حاصل کرنے کی کوشش میں رہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو سچا اور پکا ایماندار کہا جا سکتا ہے جو خدا کے یہاں اپنے اپنے درجہ کے موافق بڑے بڑے مقامات و مراتب قرب پر فائز ہونگے۔ جنہیں معمولی کوتاہیوں سے درگذر کر کے عزت کی روزی سے سرافراز کیا جائے گا۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ط اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ط پ ۲۷ ع ۱۷۔ ترجمہ۔ تم میں سے اور کوئی اس کے برابر ہو نہیں سکتا۔ جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا۔ یہ ہیں کہ اللہ کے نزدیک جن کا بڑا درجہ ہے۔ ان لوگوں پر جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔

(مطلب) جن مقدور والوں نے فتح مکہ یا حدیبیہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے لے اُڑے۔ بعد والے مسلمان ان کو نہیں پہنچ سکتے۔

جنت کے درجات

اُنْظُرْ كَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ط وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِیْلًا ۞ پ ۱۵ ع ۲۔ ترجمہ دیکھو ہم نے ایک کو دوسرے پر کیسی فضیلت دی ہے۔ اور آخرت کے تو بڑے درجے اور بڑی فضیلت ہے۔

یعنی دنیوی زندگی میں مال و دولت عزت و حکومت اور اولاد وغیرہ کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر کسی قدر فضیلت ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ آخرت میں تفاوتِ اعمال و احوال کے لحاظ سے کس قدر فرق مراتب ہوگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ درجاتِ جنت اور درکاتِ جہنم بے حد متفاوت ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا تفاوت ہوگا۔ نیچے والے اوپر والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے ہم زمین پر کھڑے ہو کر افق میں کوئی ستارہ دیکھتے ہیں۔ پہلے بتایا جا چکا کہ جنت کے یہ درجات ان ہی کو مل سکتے ہیں جو آخرت کے لئے اس کے لائق دوڑ دھوپ کریں۔

وَ مَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ط وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰی ۞

(پارہ ۱۶ ع ۱۲)

ترجمہ:۔ اور جو اس کے پاس مومن ہو کر آئے گا۔ حالانکہ اس نے اچھے کام بھی کئے ہوں۔ تو . . . . ان کے لئے بلند مرتبے ہوں گے۔ ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس کی جزاء ہے جو گناہ سے پاک ہوا۔

(مطلب) انسان کو چاہیئے کہ اول آخرت کی فکر کرے۔ اللہ تعالےٰ کا مجرم نہ بنے۔ اس کے مجرم کا ٹھکانا بہت بُرا ہے۔ جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ دنیا کی تکلیفیں کتنی بھی ہوں موت آ کر سب کو ختم کر دیتی ہے۔ لیکن کافر کو دوزخ میں بھی موت نہیں آئیگی۔ جو تکالیف کا خاتمہ کر دے۔ اور جینا بھی جینے کی طرح کا نہ ہوگا۔ زندگی ایسی ہوگی کہ موت کو ہزار درجہ اس پر ترجیح دے گا۔

اونچے درجوں والے اور عرش کے مالک ہی کو پکارو

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ

باقی صفحہ ۱۴ پر

هفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۵۹ء | شمارہ [illegible]

چینی کی قیمت

سارے پاکستان میں حکومت نے اس وقت چینی پر کنٹرول عائد کیا ہوا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ بازار میں کھلے بندوں چینی فروخت کرنیکی ممانعت ہے۔ یہ صرف راشن کارڈ پر ڈپو سے ہی دستیاب ہو سکتی ہے۔ حکومت کی طرف سے چینی کی مقرر کردہ قیمت ایک روپیہ چھ آنہ فی سیر ہے۔

قارئین کرام کو معلوم ہوگا۔ کہ اس وقت ملک کے دونوں حصوں میں چینی بنانے والے کئی کارخانے کام کر رہے ہیں۔ ان کارخانوں میں جتنی چینی تیار ہوتی ہے۔ وہ ملک کی ضرورت کے لیے کافی سے زیادہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ چینی کے معاملہ میں ہم نہ صرف خود کفیل ہو چکے ہیں۔ بلکہ پاکستان میں تیار شدہ چینی برآمد کرنے کے بھی قابل بن چکے ہیں۔ ان حالات میں ایک عوامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد چینی پر کنٹرول کو ختم کرنے کا اعلان کرے۔ حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ چینی کی قیمت میں بھی تخفیف کرے۔

حکومت نے کچھ عرصہ پیشتر چینی کے بارے میں موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لئے ایک شوگر کمیشن مقرر کیا تھا۔ سنا ہے کہ کمیشن نے اپنا کام ختم کرکے اپنی رپورٹ حکومت کے سامنے پیش کر دی ہے۔ ہمیں خوشی ہے۔ کہ کمیشن نے بھی چینی کی قیمت کو زیادہ قرار دیا ہے۔ کمیشن کی رائے میں چینی کی قیمت پاکستانی عوام کی قوتِ برداشت سے زیادہ ہے۔ اس لئے اس نے اپنی رپورٹ میں حکومت پر زور دیا ہے کہ عوام کی اقتصادی مشکلات کے پیشِ نظر چینی کی قیمت ایک روپیہ فی سیر کر دی جائے۔ ایک اطلاع کے مطابق حکومت نے بھی کمیشن کی سفارشات کو منظور کرکے اگلے سیزن سے چینی کی قیمت ایک روپیہ فی سیر کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر یہ اطلاع درست ہے تو ہم حکومت کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے حکومت اور کمیشن دونوں کو مبارکباد کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اس موقعہ پر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حکومت کو اپنے اس فیصلہ پر عملدرآمد کرنے کے لئے عجلت سے کام لینا چاہیئے۔ اسے اگلے سیزن تک ملتوی رکھنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ؂

در کار خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست

چونکہ حکومت نے شوگر کمیشن کی رپورٹ کو تا حال شائع نہیں کیا۔ اس لئے چینی پر کنٹرول ختم کرنیکے سوال پر کمیشن کی رائے کا پتہ نہیں چل سکا۔ خدا کرے کہ کمیشن نے کنٹرول کے متعلق بھی ہماری رائے سے اتفاق کیا ہو۔

ووٹروں سے

آپ کا ووٹ قوم کی امانت ہے۔ اس لئے اپنا ووٹ صرف اس امیدوار کو دیں جس کے دل میں خوفِ خدا ہو اور آپ کو اس کی دیانت اور امانت پر پورا اعتماد ہو۔ ملک و قوم کے بدخواہ کو ووٹ دے کر اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا نہ چلائیں۔

مہاجر کا مفہوم

ہمارے وزیر بحالیات نے کہا ہے۔ کہ دیہات اور شہروں میں آبادکاری کا کام ختم ہونیکے بعد مہاجر کا لفظ ختم ہو جائے گا۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے وزیر بحالیات نے ایک ہی فقرہ میں دو متضاد چیزیں بیان کرکے ملک و قوم کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اگر مسلمانوں نے شہری جائداد اور زرعی اراضی کیلئے اپنے وطن و دیار کو خیرباد کہا تھا تو ان کو مہاجر کہنا اس لفظ کی توہین ہے۔ وہ ہرگز مہاجر کہلانے کے حقدار نہیں ہیں۔ ہماری ذاتی رائے ہے کہ انکو مہاجر کہنے کی بجائے پناہ گزین کہنا زیادہ مناسب ہے۔

اگر مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی حفظ و بقا کی خاطر سرحد پار کرکے اس ملک میں سکونت اختیار کی تھی تو پھر مہاجر کا لفظ قیامت تک ختم نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ کہ مہاجر صحابہ کرامؓ کو اب بھی مسلمان مہاجر کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا یہ امتیاز قیامت تک کیلئے قائم کرکے انکی عزت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ پاکستان میں آبادکاری کا کام ختم ہونے کے بعد مہاجر کا لفظ کس طرح ختم ہو جائیگا

کاغذ کی نایابی

ہمیں افسوس ہے کہ زیر نظر شمارہ رنگین کاغذ پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ سفید کرناٹلی کاغذ بازار سے غائب ہو چکا ہے۔ اور کوشش کے باوجود دستیاب نہیں ہو سکا۔ درآمد شدہ اخباری کاغذ کنٹرول پر ملتا ہے وہ بازار میں موجود تھا۔ لیکن محکمہ تعلقات عامہ نے بڑے بڑے روزناموں کو ممنون کرنے کے لئے یہ کاغذ انکی نذر کر دیا۔ یہ درست ہے کہ ان روزناموں کو کاغذ ادھار دیا گیا تھا۔ اب محکمہ ان سے کاغذ واپس لینے کے لئے ان کے نام پرمٹ جاری کر دیتا ہے۔ لیکن وہ پرمٹ ہولڈر کو کاغذ نہیں دیتے اور لیت و لعل کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ہم نے گذشتہ شمارہ سفید کرناٹلی کاغذ پر پیش کیا تھا۔ اور اسکے دام مقررہ قیمت سے بہت زیادہ دینے پڑے۔ تازہ شمارہ کے لئے وہ بھی دستیاب نہ ہو سکا۔ اس لئے ہمیں مجبوراً یہ شمارہ رنگین کاغذ پر شائع کرنا پڑا۔ خدا کرے یہ دقت آئندہ شمارہ شائع ہونے تک دور ہو جائے۔

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَسْتَلْقِیَنَّ اَحَدُکُمْ ثُمَّ یَضَعُ اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پیٹھ کے بل لیٹ کر اپنا ایک پاؤں دوسرے پر کوئی نہ چڑھائے۔ (رواہ مسلم)

تشریح۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تہبند کا رواج تھا۔ تہبند والا اگر اس طرح کرے تو شرمگاہ کے ننگے ہو جانے کا گمان غالب ہے۔

عَنْ سَھْلٍؓ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ سہلؓ بن سعد سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے لئے اپنے دو جبڑوں کے درمیان (زبان) اور دو پاؤں کے درمیان والی (شرمگاہ) کا ضامن ہو جائے میں اس کے لئے بہشت کا ضامن ہوں۔

تشریح۔ یعنی جو شخص منہ اور زبان اور شرمگاہ کے بے جا استعمال نہ کرنے کا مجھ سے عہد کرے تو میں اس کیلئے بہشت کا ضامن ہو جاتا ہوں۔ (مرقاۃ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِیْہِ کَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِھَا اَحَدُھُمَا (متفق علیہ)

ترجمہ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہا۔ ان دونوں میں سے ایک تو ہو جائے گا۔

تشریح۔ غرضیکہ کسی کافر کو کافر کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ مسلمان کو کافر کہنے سے پرہیز کرے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَہٗ فِیْ رِزْقِہٖ وَیُنْسَاَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو۔ تو صلہ رحمی کرے۔

تشریح۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ صلہ رحمی سے عمر تو نہیں بڑھتی۔ البتہ صلہ رحمی کرنے سے اس کا ذکر خیر دنیا میں رہے گا۔ اثر باقی رہنے کا یہی مطلب ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ اللہ تعالےٰ اُسے نیک اولاد عطا فرمائے گا۔ جو اس کا نام باقی رکھے گی۔ اور تحقیق یہ ہے کہ صلہ رحمی کرنے سے واقعی عمر بڑھ جائے گی۔ لوگوں کے خیال میں عمر بڑھ جائے گی۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ کے علم کے لحاظ سے زیادتی اور کمی نہیں ہوتی (لمعات)

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ جبیرؓ بن مطعمؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قطع رحم کرنے والا بہشت میں (اوّلاً) داخل نہیں ہوگا۔

تشریح۔ بہشت خلق اللہ سے دعائیں لینے والوں کا مقام ہے۔ نہ کہ لوگوں کو ستا کر بد دعائیں لینے والوں کا۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے بالغ ہونے تک دو لڑکیاں پالیں۔ قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے اور اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔

تشریح۔ اس صنف نازک کی خدمت کرنا دنیادار محض تاوان اور بار گراں خیال کرتے ہیں۔ اس لئے اس بیکس مخلوق کی خدمت پر اجر عظیم کا وعدہ دیا گیا۔ تاکہ ہر مسلمان شوق سے ان کی تربیت کرے

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَّا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بہشت میں نہیں جائے گا۔ جس کے ہمسائے اس کی تکالیف سے محفوظ نہ ہوں

تشریح۔ یعنی اس گناہ کے باعث پہلے پہل نہیں جا سکتا۔ یہ الگ چیز ہے کہ دوزخ میں سزا بھگت کر بہشت میں جا پہنچے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلوان پچھاڑنے سے نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے نہیں۔ پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے

تشریح۔ انسان کی بہادری جسمانی طاقت پر نہیں ہے۔ یہ چیز تو حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔ انسان وہ بہادر ہے۔ جسے اپنے جذبات پر قابو ہو۔ اس کی حیوانی طاقت خواہ کتنی ہی مشتعل ہو لیکن عقل کے خلاف نہ کرنے پائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ظلم قیامت کے دن کئی اندھیرے ہوگا۔

تشریح۔ جس طرح نیک عملوں کے سبب سے قیامت کے دن مومنوں کو نور نصیب ہوگا۔ اسی طرح ظلم کے سبب سے ظلمت ہوگی۔ جتنے کسی نے زیادہ ظلم کئے ہوں گے۔ اتنی ہی ظلمتیں زیادہ ہوں گی ٭

خطبہ یوم الجمعۃ مورخہ ۳ر رجب ۱۳۷۹ھ مطابق ۴ر دسمبر ۱۹۵۹ عیسوی

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد

تقوٰی (پرہیزگاری) کی برکتیں

پرہیز کس چیز سے؟

ہر اس چیز سے بچنا۔ جس سے بندے کا اللہ تعالٰے سے جو تعلق ہے۔ اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ خواہ اس چیز کا تعلق اعتقاد سے ہو۔ مثلاً شرک یا کفر یا نفاق کا عقیدہ میں پایا جانا۔ عقاید میں ان عقائد باطلہ سے بچنے کا نام تقوٰی ہے۔ اعمال میں مثلاً نماز نہ پڑھنا۔ روزہ نہ رکھنا۔ زکواۃ فرض ہے تو نہ دینا حج فرض ہے تو نہ کرنا۔ اللہ تعالٰے کے خوف کے سبب سے ان عبادتوں کے ادا نہ کرنے سے بچنا (تاکہ اللہ تعالٰے ناراض نہ ہو جائے) اور ہمیشہ ادا کرتے رہنا۔ یہ اعمال میں تقوٰے ہے اب یوں کہا جائے گا کہ اللہ تعالٰے کے وہ بندے جو متقی ہوتے ہیں۔ وہ نہ کبھی نماز چھوڑتے ہیں۔ نہ روزہ چھوڑتے ہیں۔ اور زکواۃ باقاعدہ ادا کرتے ہیں اور حج فرض ہو جائے تو ضرور کرتے ہیں۔

شادی کی رسموں میں تقوٰے

مثلاً شادی میں جو رسمیں خلاف شرع کی جاتی ہیں۔ ان سے بچنے کا نام تقوٰے ہے۔ مثلاً شادی سے کئی روز پہلے لڑکیوں یا عورتوں کا رات کو ڈھولک بجانا۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس گھر میں شادی ہونے والی ہے۔ اس رسم سے بچنے کا نام تقوٰے ہے۔ شادی کے دن دولھا کے سر پر سہرا باندھنا۔ یہ در اصل ہندوؤں کی رسم ہے۔ اس رسم کو نہ کرنے کا نام تقوٰے ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف شادی میں ہندوانہ رسمیں بجا لانے سے اللہ تعالٰے ناراض ہوگا۔ کہ انہوں نے میرے بھیجے ہوئے ہادی یعنی میرے پیغمبر علیہ السلام کی تابعداری تو نہ کی اور ہندوؤں کی رسموں کو شادی میں اجاگر کر دکھایا۔ لہذا اس سہرا باندھنے سے بچنے کا نام تقوٰے ہے۔ یا مثلاً برات کے ساتھ باجوں کا لے جانا۔ یہ رسم بھی اسلامی نہیں ہے بلکہ کافروں کی ہے۔ اس لئے برات میں باجے نہ لے جانا تقوٰے ہے۔ چند سالوں سے لاہور میں برات کے ساتھ آتشبازی چھوڑنیکی رسم ہے۔ یہ رسم بھی خلاف شرع ہے۔ اس سے بچنے کا نام تقوٰے ہے۔ کیونکہ یہ رسم اسلامی شریعت میں ثابت نہیں اور اس رسم میں حلال کے کمائے ہوئے مال کو آگ لگا کر جلا دینا یہ اسراف (فضول خرچی) ہے اور اسراف شریعت میں حرام ہے۔ کیونکہ خلاف شرع بے جا خرچ کیا ہوا نہ اپنے کام آیا۔ نہ ماں باپ یا بیٹے بیٹی یا بھائی بہن اور نہ کسی اللہ تعالٰے کے عاجز۔ بیکس اور بے بس انسان کے کام میں آیا۔ بلکہ گاڑھے پسینے سے کمائے ہوئے مال کو آگ لگا کر لوگوں کو تماشا دکھایا یہ بھی اسراف ہے اور تقوٰے (پرہیزگاری) کے خلاف ہے۔

غمی کی رسموں میں تقوٰے

جب کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس وقت بھی مسلمان بعض ایسی رسمیں کرتے ہیں۔ جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے وقت میں کوئی پتہ نہیں لگتا۔ خدا جانے یہ خلاف شرع رسمیں کب سے ایجاد ہوئی ہیں۔ اب وہ عین اسلام بن گئی ہیں۔ جو شخص ان رسموں کو ادا نہ کرے۔ اس پر طعن وتشنیع کی جاتی ہے کہ اس شخص نے مذہب اسلام کے خلاف کیا ہے۔ حالانکہ وہ رسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کے طریقہ کے بالکل خلاف ہوتی ہیں۔

تمہید

پہلے ایک تمہید سن لیجئے۔ مثال بعد میں بیان کروں گا۔ شریعت اسلامی کے نقطہ نگاہ سے یہ جائز ہے کہ کسی میت کی رُوح کو ثواب پہنچانے کے لئے خیرات کی جائے۔ جس میں مال حلال کا ہو۔ نیت میں دکھلاوا نہ ہو۔ بلکہ محض اللہ تعالٰی کی رضا مطلوب ہو اور مستحقین کو وہ چیز دی جائے اور نیت یہ کی جائے کہ اے اللہ میری اس نیکی کا ثواب فلاں شخص کی رُوح کو پہنچا دے۔ شریعت میں میت کی روح کو ثواب پہنچانے کیلئے کوئی تاریخ مقرر نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں اس قسم کی خیرات کر سکتے ہیں۔ اب دیکھیے میت کی روح کو ثواب پہنچانے کیلئے جو عام طور پر لاہور میں رواج ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرنیکے بعد عام طور پر

سات جمعراتیں

میت کی رُوح کو ثواب پہنچانے کیلئے جمعرات کو نان یا فلچے۔ حلوا اور کچھ پھل لایا جاتا ہے اور وہ چیزیں میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے تقسیم کی جاتی ہیں اور مذکورۃ الصدر تمام چیزوں کے لئے میت کی بیوہ بیوی سے پیسے لے کر لائی جاتی ہیں۔ اگرچہ بیوہ کے پاس تین نابالغ بچے ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً اس میت کے تین بچے ہیں۔ ایک لڑکا اور دو لڑکیاں۔ میت کے مال میں سے شریعت کے قاعدے کے مطابق فقط آٹھواں حصہ بیوی کا ہے اور باقی مال آدھا لڑکے کا ہے اور آدھا دو لڑکیوں کا ہے۔ اب خیرات کے لئے جو پیسے بیوہ سے لئے جاتے ہیں۔ ان میں اگرچہ بیوہ کا حصہ بھی ہے۔ مگر تین یتیم بچوں کا حصہ بھی ہے اور وہ بیوہ اس مشترک مال میں سے خیرات کرنے کے لئے چیزیں منگواتی ہے اب غور کیجئے کہ

یہ سب رسمیں

تیجہ۔ ساتہ۔ چالیسواں ان یتیموں کے مال سے کی گئی ہیں اور یتیموں کا مال ناحق کھانے والوں کے لئے قرآن مجید میں دوزخ کے عذاب کا اعلان کیا گیا ہے (اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠) سورۃ النساء ع ۱ پ ۴

شک جو لوگ یتیموں کا مال
ناحق کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ آگ
سے بھرتے ہیں۔ اور عنقریب آگ میں
داخل ہوں گے) برادرانِ اسلام

غور کیجئے

جن لوگوں کو آپ تیجے اور ساتے
اور چالیسویں میں میت کی نابالغ اولاد
یعنی یتیموں کا مال کھلاتے ہیں۔ ان
لوگوں نے یتیموں کا کون سا کام سنوارا
ہے۔ جس کے معاوضے میں ان کا مال
کھا رہے ہیں۔ کیا ان یتیموں کا مال یہ
لوگ ناحق نہیں کھا رہے؟ اور اگر
ناحق کھا رہے ہیں تو کیا پھر یہ لوگ
اس عذاب کے مستحق نہیں ہوں گے۔
جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

ہاں اگر بیوی

اپنے ذاتی زیور بیچ کر یا اپنا حصہ میت
کے مال سے الگ کرکے خیرات کرکے
مستحقین کو کھلا دے تو اس میں کوئی
اعتراض نہیں۔ یا میت کا بھائی یا اس
کا باپ اپنے مال میں سے خیرات کرے
تو پھر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ
نیت میں ریاء (یعنی لوگوں کا دکھلاوا) نہ ہو

اب اس آئینے میں منہ دیکھئے کہ

میت کے متعلق جو خیراتیں کی جاتی
ہیں۔ ان میں سے کتنی میتوں کی بیویاں
یا ان کے بھائی یا باپ اپنے مال میں
سے کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جہاں تک
میرا خیال ہے کہ سو میں سے پانچ بھی
اس قسم کی مثالیں نہیں ملیں گی۔ جو
چالیسویں تک اپنی گرہ سے خرچ کریں
اور میت کی روح کو ثواب پہنچائیں۔
اور جو شخص ان ناجائز خیراتوں کے خلاف آواز
اٹھائے تو یہ دنیا دار اپنے آپ کو الزام سے بری
کرنے کیلئے الٹا اس حق گو کو وہابی کا لقب دے کر
اپنا دل خوش کر لیتے ہیں۔ حق گو اور حق پرست کو
وہابی کا لقب دے کر اپنے دل کو خوش کرنیوالوں

چیلنج دیتا ہوں

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ
مبارکاً علیہ میں (احمد علی) پہلے قرآن مجید
کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس کے بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث
مبارک کی طرف حسب توفیق متوجہ ہو کر
مسئلہ کا حل تلاش کرتا ہوں۔ اس کے
بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ ان حضرات
کا عملدرآمد اس معاملہ میں کیا تھا۔ اس
کے بعد

بحیثیت حنفی ہونے کے

حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
اور ان کے دو ارشد تلامذہ امام ابویوسف
اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے اقوال میں
مسئلہ کا حل تلاش کرتا ہوں۔ اسی مبارک
اتباع کے باعث میں اپنے آپ کو (امام
ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کرتے
ہوئے) حنفی کہتا ہوں۔

مذکورۃ الصدر خلاف شرع

رسمیں کرنے والوں سے مجھے پوچھنے
کا یہ حق ہے کہ کیا ہمارے حنفیوں کے
ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ۔ امام ابویوسفؒ
امام محمدؒ) یہ رسمیں جو آپ کروا رہے
ہیں۔ کیا کرتے تھے۔ اگر وہ حضرات نہیں
کیا کرتے تھے (اور انشاء اللہ تعالیٰ مجھے
یقین کامل ہے کہ آپ قیامت تک ان
خود ساختہ رسموں کو اپنے تینوں بزرگوں
سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں کرسکتے) جب ثابت نہیں
کرسکتے تو پھر ان رسموں کو حنفیت کا جزء کیوں
بناتے ہو۔ اے میرے بھائیو خدا تعالیٰ
سے ڈرو۔ اور امام ابوحنیفہؒ کی طرف
اپنے آپ کو منسوب کرکے امام صاحبؒ
کو تو بدنام نہ کرو۔ یہ بدنامی کا داغ
اپنے تک محدود رکھو اور اپنی غلطیوں
پر اصرار کرکے ان حضرات کے متبعین
میں انتشار پیدا نہ کرو۔ وما علینا الا البلاغ

کیا یہ قادریت کا جزء ہیں

برادران اسلام جس طرح میں گنہگار
ائمہ اربعہ (حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ امام
مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ)
اور ان ائمہ اربعہ حضرات کے متبعین میں
سے سب کو حق پر سمجھتا ہوں اور خود
حنفی ہوں۔ بعینہٖ اسی طرح میرا روحانی

تعلق قادری خاندان کے حضرات

سے ہے اور صوفیائے کرام کے چاروں
طریقوں (قادری۔ نقشبندی۔ چشتی۔
سہروردی) کو حق پر سمجھتا ہوں۔ اور
چاروں طریقوں کے حضرات کا مقصد وصول
الی اللہ ہی ہے۔ جس طرح محیط الدائرہ سے مرکزی
نقطہ کی طرف خطوط چاروں طرف سے آتے ہیں۔
کوئی مشرق سے مغرب کی طرف آرہا ہے۔ کوئی
مغرب سے مشرق کی طرف آرہا ہے۔ کوئی شمال
سے جنوب کی طرف آرہا ہے۔ کوئی جنوب
سے شمال کی طرف آرہا ہے۔
اسی طرح صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ
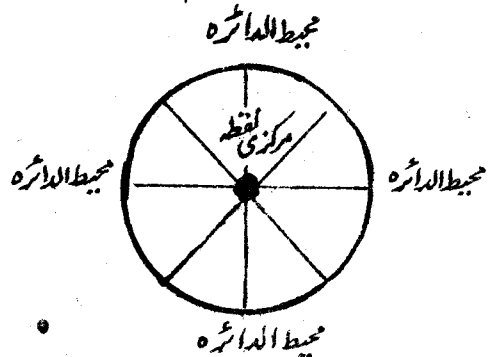
کا مقصد انسان کو بارگاہ الٰہی تک پہنچانا
مقصود ہے۔ اگرچہ بظاہر اوراد و اشغال
میں جدا جدا نظر آئیں۔ میں نے تو آج
تک

شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ

کے مسلک میں کہیں ان رسموں کو جو میت
کے لئے پنجاب میں تیجہ۔ ساتا۔ چالیسواں
یتیموں کے مال میں کرنے کا رواج ہے
کہیں نہیں دیکھا۔ اگر میرے کسی بھائی
(عالم) نے دیکھا ہے تو مجھے انکی کتاب
کا حوالہ دیدے۔ اگر ثابت ہو جائے۔
تو بحیثیت قادری ہونے کے مجھے ماننا
پڑے گا۔ اور اگر کوئی صاحب بھی ثابت
نہ کرسکیں تو پھر میں ان حضرات سے
باادب درخواست کروں گا کہ جو لوگ
ان خلاف شرع رسموں کے قائل ہوں
جو حضرت شیخ عبدالقادر محبوب سبحانیؒ
سے بھی ثابت نہیں تو پھر قادری برادری
میں انتشار پیدا کرنے سے اپنے آپ
کو بچائیں وما علینا الا البلاغ۔

لباس میں تقویٰ

یہ ہے کہ چونکہ مردوں کے لئے
ریشمی لباس پہننا حرام ہے۔ اس لئے
مردوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ
ریشمی کپڑا پہننے سے پرہیز کریں اور لباس
کی وضعداری کے لحاظ سے مسلمان کا فرض
ہے کہ وہ پاجامہ یا تہبند ٹخنوں کے اوپر
رکھیں اور کرتے کی آستینیں اتنی لمبی نہ
ہوں کہ انگلیاں بھی آستینوں میں چھپ جائیں

عورتوں کے لباس اور سنگار کے متعلق

خصوصی ہدایات

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥) سورۃ النور ع ۴ پ ۱۸

ترجمہ۔ اور ایمان والیوں سے کہدو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے۔ اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں (تاکہ سینے کے ابھار کی مقدار معلوم ہی نہ ہو سکے) اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ یا خاوند کے باپ یا اپنے بیٹوں یا خاوند کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا بھتیجوں یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے غلاموں پر یا ان خدمتگاروں پر جنہیں عورت کی حاجت نہیں یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کی پردہ کی چیزوں سے واقف نہیں۔ اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔

اگر عورتیں

مذکورۃ الصدر ہدایات خداوندی کی پابندی کریں تو میرا خیال ہے کہ ان فتنوں کا یقیناً دروازہ بند ہو سکتا ہے۔ جو عورتوں کے بار سینگار کر کے گھر سے باہر نکلنے اور بازاروں میں چلنے پھرنے سے پیدا ہو رہے ہیں (ادھر عورتیں تو یہ پابندیاں اختیار کریں اور مرد بھی اپنی نظر کو اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق زمین پر ڈال کر چلیں) وما علینا الا البلاغ

تمہید سابق کے بعد اب تقوے کی برکات عرض کی جاتی ہیں اسکی متعدد شہادتیں

پہلی شہادت

(وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥) سورہ آل عمران ع ۱۴ پ ۴

اور اللہ اور رسولؐ کی تابعداری کرو۔ تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو۔ اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

پرہیزگاروں کیلئے اپنے رب کی طرف سے بخشش (۱) اور بہشت (۲) کا وعدہ

مذکورۃ الصدر دونوں آیتوں کو غور سے پڑھیئے۔ پرہیزگاروں کے لئے جن دو نعمتوں کا میں نے ذکر کیا ہے وہ بآسانی معلوم ہو سکتی ہیں۔ ایک ایماندار کے لئے ان دو چیزوں سے بڑھ کر اور کون سی چیز محبوب اور مقصود ہو سکتی ہے۔ اللھم اجعلنا منھم۔

دوسری شہادت

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (سورۃ الطلاق۔ ع ۱ پ ۲۸)۔ ترجمہ۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

مذکورہ بالا آیات پر شیخ الاسلام کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ یعنی اللہ سے ڈر کر اس کے احکام کی بہر حال تعمیل کرو۔ خواہ کتنی ہی مشکلات و شدائد کا سامنا کرنا پڑے۔ حق تعالےٰ تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور سختیوں میں بھی گذارہ کا سامان کر دیگا اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ بے قیاس و بے گمان روزی ملتی ہے۔ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جنت ہاتھ آتی ہے۔ اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر تمام دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو ان کو کافی ہو جائے یعنی اللہ پر بھروسہ رکھو۔ محض اسباب پر تکیہ مت کرو۔ اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اسے کرنا ہو۔ وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے۔ اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔

دوسری شہادت میں بارہ برکتوں کا اعلان

پرہیزگاری کی برکات میں جو دوسری شہادت قرآن مجید سے پیش کی گئی ہے اس میں مندرجہ ذیل بارہ برکتوں کا اعلان ہوا ہے اور وہ یہ ہیں (۱) حق تعالیٰ تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیگا۔ (۲) سختیوں میں بھی گذارہ کا سامان کر دیگا۔ (۳) اللہ کا ڈر دارین (دنیا اور آخرۃ) کے خزانوں کی کنجی ہے۔ (۴) اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ (۵) بے قیاس و بے گمان روزی ملتی ہے (۶) گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (۷) جنت ہاتھ آتی ہے (۸) اجر بڑھتا ہے۔ (۹) ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے (۱۰) جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی (۱۱) اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ (۱۲) اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔

تیسری شہادت

(ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ٥) سورۃ الطلاق ع ۱۔ پ ۲۸۔ ترجمہ

یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے اور اسے بڑا اجر بھی دیتا ہے۔

اس تیسری شہادت میں دو برکتوں کا ذکر

(۱) جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے (یعنی اس کے گناہ بخش دیتا ہے)
(۲) اور اسے بڑا اجر بھی دیتا ہے۔

چوتھی شہادت

(وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥) سورۃ الانعام ع ۴ پ ۷

ترجمہ۔ اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشہ ہے۔ البتہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے۔ جو پرہیز گار ہوئے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔

ایک برکت

چوتھی شہادت میں ایک برکت کا ذکر کیا گیا ہے "البتہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیز گار ہوئے۔ (کیونکہ ان حضرات کو دنیا کی زندگی کے مقابلہ میں وہاں ہر قسم کا آرام ہوگا۔)

پانچویں شہادت

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ سورہ الاعراف ع ۱۲ پ ۹۔ ترجمہ۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے نعمتوں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے جھٹلایا پھر ہم نے انہیں ان کے اعمال کے سبب سے گرفت کی۔

ایک برکت کا اعلان

اس پانچویں شہادت میں تقوٰے (پرہیزگاری) اختیار کرنے والوں کیلئے ایک نعمت کا اعلان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ "اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے نعمتوں کے دروازے کھول دیتے"

شیخ الاسلامؒ کا حاشیہ

"یعنی ہم کو بندوں سے کوئی ضد نہیں جو لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ انہی کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ لوگ ہمارے پیغمبروں کو مانتے اور حق کے سامنے گردن جھکاتے اور کفر و تکذیب وغیرہ سے بچ کر تقوٰے کی راہ اختیار کرتے تو ہم ان کو آسمانی اور زمینی برکات سے مالا مال کر دیتے۔ امام رازیؒ نے فرمایا کہ برکت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے کبھی تو خیر باقی و دائم کو برکت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی کثرت آثار فاضلہ پر یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہذا آیت کی مراد یہ ہوگی۔ کہ ایمان و تقوٰے اختیار کرنے پر ان آسمانی و زمینی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جو دائمی اور غیر منقطع ہوں۔ یا جن کے آثار فاضلہ بہت کثرت سے ہوں۔ ایسی خوشحالی نہیں جو مکذبین کو چند روز کے لئے بطور امہال و استدراج حاصل ہوتی ہے۔ اور انجام کار دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی وبال جان بنتی ہے۔"

چھٹی شہادت

(قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ٥) سورہ آل عمران ع ۲ پ ۳

ترجمہ۔ کہدیجئے کیا میں تمہیں اس سے بہتر بتادوں۔ پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور پاک عورتیں ہیں اور اللہ کی رضامندی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں۔ اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں۔ سو ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے ہیں اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی رات میں گناہ بخشوانے والے ہیں۔

ہر مسلمان کو اپنے اندر پانچ صفتیں پیدا کرنے کے بعد متقی کا لفظ بارگاہ الٰہی سے ملتا ہے

الصّٰبرین۔ صبر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے واسطہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر بھی اس کی فرمانبرداری پر جمے رہنے والے۔ الصّٰدقین۔ زبان کے۔ دل کے نیت کے معاملہ کے سچے ہیں۔ القٰنتین پوری تسلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لانے والے۔ المنفقین۔ اللہ کی دی ہوئی دولت کو اس کے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرنے والے۔ المستغفرین بالاسحار۔ پچھلی رات میں اٹھ کر اپنے رب سے گناہ اور تقصیرات معاف کرانے والے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم

چھٹی شہادت میں تین برکتوں کا اعلان

پہلی۔ بہشت میں داخل کئے جانے کا اعلان۔ دوسری۔ ہر عیب (جو دنیا میں عورتوں کے اندر ہوتے ہیں۔ مثلاً غیبت کرنا۔ جھوٹ بولنا۔ غصہ میں آکر خاوندوں کی بے عزتی کرنا۔ غصہ میں آکر بددعائیں دینا وغیرہ وغیرہ) سے پاک ہونے والیاں تیسری۔ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا تمغہ ملنا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الدَّاعِيْنَ وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ٥ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ ٥

ساتویں شہادت

(اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ٥) سورۃ النحل۔ ع ۱۶ پ ۱۴

ترجمہ۔ بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔

ایک برکت

تقوٰی (پرہیزگاری) اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معیت کا شرف حاصل ہوتا ہے

آٹھویں شہادت

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ٥) سورہ مریم ع ۵۔ پ ۱۶۔ ترجمہ

اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس (دوزخ) پر گذر نہ ہو۔ (یعنی ہر ایک کو دوزخ کو اوپر سے ضرور گذرنا پڑے گا) یہ تیرے رب پر لازم مقرر کیا ہوا ہے۔ (یعنی اللہ تعالےٰ نے جو یہ اعلان کیا ہوا ہے۔ ضرور اس پر عمل ہوکر رہیگا) پھر ہم انہیں بچالیں گے۔ (یعنی دوزخ کے اوپر سے صحیح و سلامت گذر جائیں گے اور اس میں گرینگے نہیں۔ اللھم اجعلنا منھم) جو ڈرتے ہیں۔ اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں پر گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

تقویٰ کی ایک برکت

اس آٹھویں شہادت میں پرہیزگاروں کے لئے ایک برکت کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ پلصراط سے گذرتے وقت صحیح و سلامت گزر جائیں گے۔ اللھم اجعلنا منھم

نویں شہادت

(وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝) سورۃ الزمر ع ۸ ۔ پ ۲۴

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ جنت کی طرف گروہ گروہ لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور اسکے دروازے کھلے ہوئے ہونگے اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے: تم پر سلام ہو تم اچھے لوگ ہو۔ بس اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے۔ جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا۔ کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ پھر کیا خوب بدلہ ہے۔ (اللہ تعالےٰ کے حکموں پر) عمل کرنے کا

اللھم اجعلنا منھم۔

ایک برکت

نویں شہادت میں ایک برکت کا ان الفاظ میں اعلان کیا گیا ہے۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝

دسویں شہادت

أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝) سورۃ الاعراف ع ۱۹ پ ۹

ترجمہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی اے اللہ) تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اور ہمارے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ۔ ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں کرتا ہوں اور میری رحمت سب چیزوں سے وسیع ہے وہ رحمت ان کے لئے لکھوں گا جو ڈرتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں۔ جو نبی اُمی ہے۔ جسے اپنے ہاں توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا حکم کرتا ہے اور بُرے کام سے روکتا ہے۔ اور ان کے لئے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں اُتارتا ہے جو ان پر تھیں۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اسکی حمایت کی اور اسے مدد دی۔ اور اس نور کے تابع ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

بہشت میں جانے کی طمع رکھنے والے

مسلمان کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) گذشتہ سطور کو غور سے پڑھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ مسلمان تو بجائے خود رہے۔ یہود اور نصاریٰ کی نجات کا مدار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر ہی موقوف رکھا گیا ہے۔

کیا

ایک بدصورت انسان کو آپ کہدیں کہ یہ شخص بڑا ہی خوبصورت ہے تو وہ واقعی خوبصورت ہو جائے گا۔ یا اگر آپ کسی دس نمبریئے بدمعاش کو یہ کہدیں کہ جی یہ بڑا بھلا مانس مرنجاں مرنج انسان ہے تو وہ واقعی وہی ہوگا

بعینہٖ

اسی طرح اپنے آپ کو قیاس کرلیجئے کہ اللہ تعالےٰ تو آخرت کی نجات کا مدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر موقوف کر دیں۔ اس اعلان کے بعد بھی عبادات اور اسکے علاوہ دوسری نیکیوں کے کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے جی چرائیں اور ہر معاملہ میں اپنے نفس کی من مانی بات پر عمل کریں۔ اور پھر دعوےٰ یہ کریں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار ہیں تو اپنی عقل سے خود فیصلہ کرائیے۔ کیا آپ کے دعوےٰ کو مان کر تمام ان آخرت کی برکتوں سے مالا مال کر دے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے تابعداروں اور جان نثاروں (مثلاً صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے لئے اعلان کی ہوئی ہیں۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو زندگی کے ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ صحیح معنی میں حضورؐ انور کے متبع ہوجائیں اور حضورؐ انور کے تابعداروں کے لئے آخرت میں جن انعامات کا اعلان کیا گیا ہے۔ ہمیں بھی وہ نصیب ہوں آمین یا الٰہ العالمین

دو برکتیں

دسویں شہادت میں متقیوں کے لئے دو برکتوں کا اعلان کیا گیا ہے۔ دنیا کی بہتری کا وعدہ اور آخرت کی بہتری کا وعدہ کیا گیا ہے۔

گیارھویں شہادت

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝ سورۃ الانفال ع ۴- پ ۹- اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے۔ تو اللہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا۔ اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا۔ اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تین برکتیں

پہلی۔ اللہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا
دوسری۔ تم سے تمہارے گناہ دور کر دیگا
تیسری۔ اور تمہیں بخش دے گا۔

حاشیہ شیخ الاسلام

"یعنی اگر خدا سے ڈر کر راہ تقوٰے اختیار کرو گے تو خدا تم میں اور تمہارے مخالفوں میں فیصلہ کر دے گا۔ دنیا میں بھی کہ تم کو عزت دے گا اور ان کو ذلیل یا ہلاک کرے گا۔ جیسے بدر میں کیا اور آخرت میں بھی کہ تم نعیم دائم میں رہو گے۔ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہو گا۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ۝ (یٰسٓ رکوع ۴) ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ (المرسلٰت ع ۱)۔ دوسری بات یہ ہے کہ تقوٰے کی برکت سے حق تعالٰے تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم ذوقاً و وجداناً حق و باطل اور نیک و بد کا فیصلہ کر سکو گے

بارھویں شہادت

(وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ) (سورۃ الانعام ع ۴- پ ۷)۔ اور دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشہ ہے۔ البتہ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیزگار ہوئے کیا تم نہیں سمجھتے

تشریح

اگر غور سے دیکھا جائے تو واقعی اللہ تعالٰے کا فرمان بالکل ٹھیک ہے مثلاً جس طرح کھلاڑی جب کھیل رہے ہوتے ہیں تو ایک عجیب سماں نظر آتا ہے۔ کھیل کے میدان کھلاڑیوں کی دوڑ بھاگ کا ایک عجیب دل لبھانے والا منظر پیش کر رہا ہے۔ کھلاڑیوں کی قلابازیوں اور ان کی ہار جیت کے خیال سے دوڑ بھاگ دیکھنے والوں کے دلوں کو موہ رہی ہے اور بعض اوقات بیسیوں اور بعض اوقات سینکڑوں اور بعض اوقات ہزاروں کی تعداد میں تماشہ دیکھنے والوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ (جس طرح آج کل کھلاڑیوں کے میدان کے گرداگرد) نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد جب کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ وہ کھیل کا میدان سنسان ہو جاتا ہے نہ کھلاڑی نہ دیکھنے والے رہے یعنیہٖ اسی طرح دنیا کی زندگی کی چہل پہل کا حال ہے۔ مثلاً ایک شخص کے چار بیٹے تھے۔ ان کے باعث ان کی چار بیویاں آئیں۔ اللہ تعالٰے نے ایک ایک بیٹے کو چار چار بچے دیئے۔ اب اس گھر میں ۲۶ آدمیوں کی نفری جمع ہو گئی۔ اب اس گھر کے اندر دن رات کے چوبیس گھنٹے ایک عجیب چہل پہل نظر آئے گی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ماں باپ فوت ہو جائیں گے تو سب بیٹے اپنے اپنے عیال کو لے کر الگ ہو جائیں گے۔ اگر بالفرض ماں باپ کا مکان کرایہ کا تھا تو کوئی کہیں اور کوئی کہیں جا کر آباد ہو گا۔ اکٹھے ہونے کے باعث جو اس گھر میں برکت اور چہل پہل تھی سب ختم ہو جائے گی اور وہ چہل پہل والا مکان سنسان ہونیکے باعث زبان حال سے اپنی بربادی کا مرثیہ پڑھ رہا ہو گا کہ یا میرا چپہ چپہ بسنے والوں سے معمور تھا اور یا ایک انسان کو بھی اپنے اندر دیکھنے کے لئے میری آنکھیں ترستی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ واقعی دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ کبھی تو اس گھر میں خوشی کے باعث نقارے بج رہے تھے۔ اور کبھی صف ماتم بچھی ہوئی ہے اور مرنے والا تو مر گیا۔ جو زندہ ہیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو موسلا دھار بارش کی طرح گر رہے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ دنیا کی زندگی کی چہل پہل کو زندگی کا مقصود بنانا اپنے آپ کو سراسر خسارے میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی فانی ہے اور اسکی نعمتیں بھی کچھ عرصہ کے بعد چھن جانیوالی ہیں۔

عقلمند اور دور اندیش

وہ انسان ہے جو آخرت کی زندگی کے عیش و آرام کے حاصل کرنے کو اپنی دنیاوی زندگی کا نصب العین بنائے اور اپنے اعتقادات صحیحہ اور اعمال صالحہ کی برکت سے دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی نعمتوں کے حاصل کرنے کیلئے پوری کوشش کرے۔ اس قسم کے آدمیوں (مرد ہوں یا عورتیں) کے حق میں میں صاف طور پر کہونگا کہ یہ لوگ عقلمند اور دور اندیش اور خوش نصیب ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم۔

بارہ شہادتوں میں

اٹھائیس برکتیں عرض کر چکا ہوں۔ اللہ تعالٰی مجھے اور میرے سب بھائی بہنوں کو "خدام الدین" کی اٹھائیس پیش کردہ برکتوں کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما کر دنیا سے رخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین یا ارحم الراحمین

مجلس ذکر منعقدہ ۲ر جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۷۹ھ مطابق ۳ر دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

اللہ والوں کی صحبت کے بغیر کتاب و سنت کا رنگ نہیں چڑھتا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ اَمَّا بَعۡدُ

عرض یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کے بندوں کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ خواہشات نفسانی کے بندے۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ الایہ (سورۃ الفرقان ع ۴۔ پ ۱۹۔ (ترجمہ۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا۔ جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔) ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب نہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اللہ تعالےٰ کے حکم کے مقابلہ میں وہ اپنی خواہشات نفسانی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالےٰ کی رضا کے تابع۔ دونوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔ (اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَ اللّٰهِ كَمَنۡۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ الایہ ۔ (سورۃ آل عمران ع ۱۷ پ ۴)۔ (ترجمہ۔ آیا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا تابع ہے۔ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہوا۔)

خوشخبری

چونکہ ہر حلقۂ ذکر میں بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو خوشخبری سناتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس جگہ اللہ تعالےٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں ملائکہ عظام جمع ہو کر ذکر کرنے والوں کو اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ملائکہ عظام سے فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب ذکر کرنے والوں کو بخش دیا۔ اگر نیت میں اخلاص ہو تو حلقہ ذکر میں شامل ہونے کی برکت سے اللہ تعالےٰ ہر جمعرات کو مغفرت کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے جو لائسنس جاری کئے جاتے ہیں۔ ان کی ہر سال تجدید کرانی پڑتی ہے۔ اللہ تعالےٰ بہشت میں داخلہ اور دوزخ سے براۃ کا جو لائسنس عطا فرماتے ہیں۔ اس کی ہر ہفتہ تجدید فرما دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ مغفرت پہلے بھی دائمی ہی تھی۔ پھر ہر جمعرات کو اسکی تجدید مزید ہو جاتی ہے

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالےٰ کی رضا کا تمغہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

زندگی کا نصب العین

رسول اللہؐ سے اللہ تعالےٰ نے یہ اعلان کروایا ہے۔ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ‏ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝ (سورۃ الانعام ع ۲۰ پ ۸)۔ (ترجمہ۔ کہہ دیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں)۔ رسول اللہ کو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ الایۃ (سورۃ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱)۔ (ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے)۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا نصب العین ہے۔ وہی ہماری زندگی کا بھی نصب العین ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کی رضا کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

نیک آدمی

بعض ایسے بھی ہیں کہ کبھی کسی نیک آدمی کے پاس بیٹھے ہی نہیں۔ اس لئے ان کو اللہ تعالےٰ کے بتلائے ہوئے زندگی کے اس نصب العین کا پتہ ہی نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان کروایا گیا ہے۔ ان کی زندگی کا نصب العین فقط کمانا کھانا بچے جننا ہے۔ انسان اس اللہ تعالےٰ کے بتلائے ہوئے راستہ پر خود نہیں چل سکتا۔ جب تک اس کو چلایا نہ جائے۔ اسی غرض کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کو بھجوایا۔ اور آسمان سے کتب سماویہ نازل فرمائیں تمام شرائع کا حاصل یہی تھا کہ انسانوں کو ان کی زندگی کا وہ نصب العین سمجھایا جائے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔

رسول اللہؐ کی رسالت

اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی رسالت میں فرق ہے۔ تمام انبیائے سابقین علیہم السلام کی نبوتیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں یہ خوبی اور کمال ہے۔ کہ یہ قیامت تک منسوخ نہیں ہوگی۔ اور اس کو منسوخ کرنے والا کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے۔ کہ اگر موسےٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ جس طرح رسول اللہؐ کے بعد اور نبی نہیں آئے گا۔ اسی طرح آپؐ کو جو کتاب (قرآن مجید) دی گئی۔ وہ آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب نازل نہ ہوگی جو قرآن مجید کی ناسخ ہو۔ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے قرآن مجید ہی دستور العمل رہے گا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو رسول اللہؐ کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

نیکی کا ارادہ

اگر انسان نیکی کا ارادہ کرے۔ تو اللہ تعالےٰ مددگار ہوتے ہیں۔ اگر یہ بُرائی کا ارادہ کرے تو شیطان مددگار ہوتا ہے

اللہ والوں

جب تک انسان اللہ والوں کی صحبت میں نہ جائے۔ اس پر رنگ نہیں چڑھ‍ کسی نے فارسی میں ٹھیک کہا ہے

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

اردو میں بھی یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اگر گھر بیٹھے رنگ چڑھ جاتا۔ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ اللہ تعالیٰ ہر دور کے لئے نیا نبی بھیجتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا الآیۃ (سورۃ القصص ع ۶ پ ۲۰)۔ (ترجمہ اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا۔ جب تک کہ انکے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے) قرآن مجید کی اصطلاح میں لاہور پہلے پنجاب اور اب مغربی پاکستان کا ام القریٰ ہے۔ یہی لاہور علوم کا مرکز ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں تیرہ کالج تھے۔ خدا جانے اسکول کتنے تھے۔ ایک اسلامیہ کالج کے ماتحت پانچ ہائی اسکول ہیں۔ صرف شیرانوالہ اسکول میں کسی زمانہ میں ۱۴ سو طالب علم تھے۔ صدر مقام میں جو چیز بھی نئی آئے وہ شاخوں میں خود بخود پھیل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بڑے بڑے اولیاء کرام آئے ہیں۔

صحبت کے متعلق

اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دیا ہے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا الآیۃ (سورۃ الکہف ع ۴ پ ۱۵) ترجمہ (تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ ہٹا کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کی صحبت میں رہنے کا حکم دے رہے ہیں۔ جنکی زندگی کا مقصد نہ سیٹھ اور نہ چوہدری بننا ہے اور نہ عہدہ بڑھانا ہے۔ ان کو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب محبوب اور مقصود ہے۔ وہ صبح شام یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کے الفاظ میں جان اور ان کی صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی رضاء کو اپنی زندگی کا نصب العین بنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین۔

کسی فن میں

کمال حاصل کرنے کے لئے اس فن کے کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے کی ضرورت ہے۔ بی اے کے لئے چودہ سال لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے مقرب بندوں کی صحبت میں مدت مدیدہ تک رہنے کی ضرورت ہے

ایک مثال

حضرت امروٹیؒ کا ایک مخلص خادم تھا اس کا نام حاجی اللہ ورایا تھا۔ حضرت کے لنگر کے قریب کچھ کھجور کے درخت تھے دارالحفاظ کے بچے چھٹی کے وقت کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے تھے۔ ایک شخص نے حضرتؒ سے شکایت کی۔ حضرتؒ کا مزاج جلالی تھا۔ اولیاء کرام کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جلال الٰہی کے مظہر۔ (۲) جمال الٰہی کے مظہر۔ حضرت امروٹیؒ جلال الٰہی کے مظہر تھے۔ اور حضرت دین پوریؒ جمال الٰہی کے مظہر تھے۔ صاحب جلال یہ چیز کو بھی برداشت نہیں کرتا۔ اور صاحب جمال سب کچھ برداشت کر جاتے ہیں۔ حضرت دین پوریؒ کو اتنا ستایا گیا کہ اگر آپ ولی نہ ہوتے تو یا خودکشی کر لیتے یا دوسرے کو مار ڈالتے۔ حضرت امروٹیؒ نے حاجی اللہ ورایا سے فرمایا کہ ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ تاکہ ان کو سزا دوں۔ حاجی اللہ ورایا جاہل مطلق تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ لنگر سے مہمانوں کے سامنے کھانا لا کر رکھ دینا اور خالی برتن واپس لنگر میں پہنچا دینا۔ لیکن حضرتؒ کی صحبت میں اس پر رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے بلاساختہ نکلا کہ حضرت! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اس نے حضرتؒ کی طبیعت کا رخ پھیر دیا اور آپؒ خاموش ہو گئے۔

یہ ہے صحبت کا رنگ۔ اولیاء اللہ پر اگر کوئی احسان کرتا ہے تو وہ فوراً بدلہ دیتے ہیں۔ مثلاً کسی نے جوتا اٹھایا تو اس کے دل پر فوراً توجہ کرتے ہیں اور اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے۔ حاجی اللہ ورایا حضرتؒ کا بے دام غلام تھا۔ اور اسکی خدمت کا بدلہ اس کو یہ ملا کہ اسکی ہستی اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا ہو چکی تھی ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

اللہ تعالیٰ کے دروازہ

پر جو آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں۔ ان پر انشاء اللہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ یہاں جو باتیں آپ کو سنائی جاتی ہیں۔ وہ نہ اسکولوں اور کالجوں نہ دفاتر اور بازار میں سنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی اپنے دروازہ پر آنے۔ مجھے یہ باتیں آپ کو سنانے اور آپ کو سننے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین

اس نیت سے اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر آیا کیجئے کہ اے اللہ محتاج ہوں۔ تیرے دروازہ پر آیا ہوں تو مغفرت کے لائسنس کی تجدید فرما دے میں آپ کی جو خدمت کر رہا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کرا رہا ہے۔ میں نہیں کر رہا اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کام لے لے۔ کیا میں سب سے بڑا عالم ہوں نہیں مجھ سے بڑے بڑے علماء کرام یہاں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے کام لے رہا ہے۔ یہ اس کا احسان ہے۔ فارسی میں کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمیں کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت گزاشتت

ترجمہ۔ اگر تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے تو یہ نہ سمجھ کہ اس پر احسان کر رہا ہے بلکہ اس کا یہ تجھ پر احسان ہے کہ تجھ سے خدمت لے رہا ہے۔ ورنہ تیرے جیسے اس کے اور بہت سے خادم ہیں۔

رضائے الٰہی

میں کہا کرتا ہوں کہ مسلمان کا ہر کام عبادت ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت بنا لی جائے۔ اگر کسی کام میں یہ نیت سمجھ نہ آئے تو مجھ سے پوچھ لیا کیجئے۔ دیکھئے میں عرض کرتا ہوں سب سے بڑی دنیاداری میاں بیوی کا تعلق ہے۔ لیکن اگر بیوی کی خدمت اس نیت سے کی جائے کہ اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر اس کو اپنے گھر میں لایا ہوں۔ اگر اسکی میں نے خدمت کی تو یہ قیامت کے دن شہادت خیر دیگی۔ اگر اس نے شکایت کی کہ اے اللہ یہ مجھے ستاتا تھا تو مجھے اسکی سزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اسکی ناراضگی سے بچنے کیلئے بیوی کی خدمت کرنا عبادت ہے۔

دعا اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سدا ہی اپنے دروازہ پر آنیکی توفیق عطا فرمائے۔ ہم سب کا خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے۔ ہماری قبروں کو بہشت کے باغوں میں سے باغ بنائے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر سے پانی پلائے اور دوزخ سے بچائے۔ بہشت میں داخل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

غارِ حراء سے عقیدتمندانہ خطاب

از جناب کمال الدین صاحب اکبر بی اے بی ٹی

اے حراء تیرے یہ سب پتھر مجھے مرغوب ہیں — تیری دیواروں کے ذرّے بھی مجھے محبوب ہیں
ہاں! ترے شام و سحر اُس ذات سے منسوب ہیں — جس کے قدموں کے نشاں خود عرش کو مطلوب ہیں

تُو زمیں پر ہے۔ ثریّا کی مگر ہمدوش ہے
غار ہے۔ تُو۔ پر نبوّت کے لئے آغوش ہے

تو وہ منزل ہے۔ جہاں اُترے تھے جبریلِ امیں — تو مکاں ہے۔ وُہ۔ کہ تھا شاہِ عرب تیرا مکیں
ہاتفِ غیبی کی تو سنتی تھی صوتِ دلنشیں — ناز کرتے ہیں۔ تری عظمت پہ سب اہلِ زمیں

حبّذا! تُو رحمتِ عالم کی سجدہ گاہ بنی
مرحبا! تُو چشمِ الفت کی تماشا گاہ بنی

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي سے تو ہے آشنا — ایک تھے روح الامیںؑ اور ایک فخرِ انبیا
ان مبارک ہستیوں کی ہمکلامی کا مزا — غیر کو اس وقت تک حاصل نہ تھا تیرے سوا

سیّدِ عالم کی مہمانی تری قسمت میں تھی
اے خوشا یہ نور سامانی تری قسمت میں تھی

اُن کی آمد پر تری فرطِ مسرت کا بیاں — اُن کی رخصت پر وہ غمخواری و فرقت کا بیاں
سنگریزوں پہ ترے گہ استراحت کا بیاں — وہ دُعاؤں کا سماں حُسنِ عبادت کا بیاں

ہم تو سننا چاہتے ہیں تجھ سے کچھ وہ داستاں
شرفِ صحبت تجھ کو حاصل ہے روایت کر بیاں

سُن لے سائل۔ میرا مہماں ایک کمل پوش تھا — سُوکھے ٹکڑے آبِ زمزم اُس کا خورد و نوش تھا
رات دن محوِ عبادت تھا۔ مگر خاموش تھا — گویا نورانی فرشتہ میرا ہم آغوش تھا

میری قسمت کی بُلندی مجھ سے کیونکر ہو بیاں
میری کُٹیا میں رہا کرتا تھا شاہِ دو جہاں

اے حرا فرقت سے گرچہ تیرا دل رنجور ہے — لیک تُو میری نگاہوں میں سراپا طور ہے
روضۂ اقدس سے مانا تیرا حجرہ دُور ہے — تیرے سینے میں مگر سوزِ وفا مستور ہے

احمدِ مُرسل کی اُلفت دولتِ ایمان ہے
سرورِ عالم کی طاعت حاصلِ قرآن ہے

بقیہ فرق درجات صفحہ ۲ سے آگے

ترجمہ۔ اللہ کو پکارو اس کے لئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے۔ اگرچہ کافر برا منائیں۔ وہ اونچے درجوں والا عرش کا مالک ہے۔ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے۔ وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرائے۔

(مطلب) بندوں کو چاہیئے کہ سمجھ سے کام لیں اور ایک خدا کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکاریں۔ اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں۔ بیشک خالص بندوں کے اس موحدانہ طرز عمل سے کافر و مشرک ناک بھنوں چڑھائیں گے۔ کہ سارے دیوتا اڑا کر صرف ایک ہی خدا رہنے دیا گیا۔ مگر پکا موحد وہی ہے جو مشرکین کے مجمع میں توحید کا نعرہ بلند کرے اور ان کے برا ماننے کی اصلاً پروا نہ کرے۔ وحی اول انبیاء علیہم السلام پر اترتی تھی اور ان کے ذریعہ سے دوسرے بندوں کو پہنچتی تھی۔

اعمال کی رو سے مختلف درجے

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ پ۲۶ ع۲۔ ترجمہ۔ اور ہر ایک کے لئے اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجے ہیں اور تاکہ اللہ ان کے اعمال کا انہیں پورا عوض دے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

(مطلب) اعمال کے تفاوت کی وجہ سے اہل جنت کے کئی درجے ہیں اور اسی طرح اہل دوزخ کے بھی، نہ کسی نیکی کا ثواب کم کیا جائے گا۔ نہ کسی جرم کی سزا حد مناسب سے زائد کی جائے گی۔ کافر کے کسی نیک کام میں روح نہیں ہوتی۔ محض صورت اور ڈھانچہ نیکی کا ہوتا ہے۔ ایسی فانی نیکیوں کا اجر بھی فانی ہے جو اسی زندگی میں مال و دولت۔ اولاد۔ حکومت۔ تندرستی عزت و شہرت وغیرہ کی شکل میں مل جاتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رح لکھتے ہیں۔ جن لوگوں نے آخرت نہ چاہی فقط دنیا ہی چاہی ان کی نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں مل چکا۔

خدائی تقسیم دربارۂ نبوت و رسالت

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ پ۲۵ ع۹۔ ترجمہ۔ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں۔ ان کی روزی تو ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی میں تقسیم کی ہے اور ہم نے بعض کے بعض پر درجے بلند کئے۔ تاکہ ایک دوسرے کو محکوم بنا کر رکھے۔ اور آپ کے رب کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

(مطلب) اللہ تعالیٰ مکہ کے کافروں کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ کیا نبوت و رسالت کی تقسیم تمہارے ہاتھ میں دے دی گئی ہے جو انتخاب پر بحث کر رہے ہو۔ وہ کہتے تھے کہ اگر قرآن کو اترنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے سردار پر اترا ہوتا۔ یہ کیسے یقین کر لیا جائے کہ بڑے بڑے دولتمند سرداروں کو چھوڑ کر خدا نے منصب رسالت کے لئے ایک ایسے شخص کو چن لیا۔ جو ریاست و دولت کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے کسی کو غنی اور کسی کو فقیر کر دیا۔ ایک کو بے شمار دولت دے دی۔ ایک کو اس سے کم۔ کوئی حاکم ہے اور کوئی محکوم۔

نبوت و رسالت کا شرف تو ظاہری مال و جاہ اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں اعلیٰ ہے۔ جب اللہ نے دنیا کی روزی ان کی تجویز پر نہیں بانٹی پیغمبری ان کی تجویز پر کیوں کر دے؟

عالموں کے درجات

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ پ۲۸ ع۲

ترجمہ۔ اللہ ایمانداروں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

(مطلب) سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب اور تہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں۔ اسی قدر جھکتے اور اپنے آپ کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے درجے اور زیادہ بلند کرتا ہے۔

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَن بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ پ۴ ع۸۔ ترجمہ۔ آیا وہ شخص جو اللہ کی رضا کا تابع ہے۔ اس کے برابر ہو سکتا ہے جو غضب الٰہی کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور کیسی وہ بری جگہ ہے۔ اللہ کے ہاں لوگوں کے مختلف درجے ہیں۔ اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

(مطلب) پیغمبر جو ہر حال میں خدا کی مرضی کا تابع بلکہ دوسروں کو بھی اس کی مرضی کا تابع بنانا چاہتا ہے۔ کیا ان لوگوں جیسے کام کر سکتا ہے۔ جو خدا کے غضب کے نیچے اور دوزخ کے مستحق ہیں؟ ممکن نہیں۔

نبی اور سب خلقت برابر نہیں۔ طمع وغیرہ کے پست اور ذلیل کام نبیوں سے نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ سب کو جانتا ہے کہ کون کس درجہ کا ہے اور سب کے کام دیکھتا ہے۔ کیا وہ ایسی پست طبیعت والوں کو منصب نبوت پر سرفراز فرمائے گا؟ (العیاذ باللہ)

فرق مراتب بین الانبیاء و رسل

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ ۖ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۚ پ۳ ع۱

ترجمہ۔ یہ سب رسول ہیں۔ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض وہ ہیں۔ جن سے اللہ نے کلام فرمائی اور بعضوں کے درجے بلند کئے۔

(مطلب) پیغمبروں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ ان سے خدا تعالیٰ نے بات کی۔ جیسے آدم اور موسیٰ علیہما السلام اور بعضوں کا درجہ بلند کیا۔ جیسے کوئی ایک قوم کا نبی۔ کوئی ایک گاؤں کا۔ کوئی ایک شہر کا کوئی تمام جہان کا۔ جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلے معجزے عطا ہوئے۔ جیسے مُردوں کا زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھوں کو بینا کر دینا۔ اور جذامیوں کو تندرست کر دینا۔

حضرت ابراہیم ؑ کو ایسے دلائل قاہرہ دے کر ان کو ان کی قوم پر غالب فرمایا اور دنیا و آخرت میں سر بلند کیا۔ یہ اسی علیم وحکیم کا کام ہے جو ہر شخص کی استعداد اور قابلیت کو جانتا ہو۔

یہ بات صحیح ہے کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہیئے۔ لیکن وہ امتیاز مال و دولت، ملک و دولت اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہیں۔ بلکہ اعلیٰ اخلاق۔ بہترین ملکات۔ تقویٰ۔ خدا ترسی۔ حق پرستی دردمندیٔ خلائق اور ان صریح آیات و نشانات پیش کرنے سے ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ جو حق تعالیٰ بطور اتمام حجت و اکمال نعمت ان کے اندر قائم کرتا یا انکے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے۔ وہ وحی الٰہی اور ربانی دلائل و براہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں اور دن رات خدا کی خصوصی رحمتیں ان پر بارش کی طرح برستی ہیں۔

مجاہدین کے درجات

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ پ۵ ع ۱۰۔ ترجمہ۔ اور اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھنے والوں سے اجر عظیم میں زیادہ کیا ہے۔ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے اور اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(مطلب) حق تعالیٰ غفور الرحیم ہے جہاد کرنے والوں کے بارہ میں اجر و مغفرت و رحمت کے جو وعدے فرمائے ہیں۔ وہ ضرور پورے فرمائے گا۔ لنگڑے لولے۔ اندھے۔ بیمار اور معذور لوگوں کو تو جہاد کرنے کا حکم نہیں۔ باقی سب مسلمانوں میں جہاد کرنے والوں کے بڑے درجے ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں اگرچہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے۔ ثابت ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ فرض عین نہیں۔ یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں۔ ورنہ سب گنہگار ہونگے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ پ۱۰ ع ۹۔ ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے۔ اللہ کے ہاں ان کے لئے بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

(مطلب) حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کا ظاہری طور پر بسانا۔ ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک کے برابر نہیں ہو سکتا۔

درجات معیشت میں فرق

اگرچہ قرآن اس بات کا سختی سے مخالف ہے کہ کسی کو حق معیشت سے محروم کر دیا جائے اور ایسے سامان مہیا کر دیئے جائیں۔ جن میں انسان، انسان کا غلام بن کر رہ جائے۔ مگر وہ معیشت کے درجات میں فطری تفاوت کا اعلان بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان رزاقی ایک تو یہ ہے کہ اس نے سب کیلئے رزق مہیا کیا ہے اور دوسری یہ کہ اس رزق میں کسی کو زیادہ حصہ دیا گیا ہے اور کسی کو کم۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ پ۱۴ ع ۱۷۔ ترجمہ۔ اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے۔

گویا رزق میں تفاوت درجات کی مصلحت ایک خاص قسم کی آزمائش پر مبنی ہے ایک جانب تو متمول لوگوں کا امتحان ہے۔ کہ وہ اپنی دولت و ثروت کو اپنی ملکیت ہی نہ سمجھ بیٹھیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس میں سے حصہ دیں اور دوسری طرف غرباء کا امتحان ہے۔ کہ وہ امراء کو دیکھ کر کفران نعمت نہ اختیار کریں اور نہ حسد و بغض کو دل میں جگہ دیں بلکہ طمانیت قلب کے ساتھ اپنی مختصر فارغ البالی اور خوشحالی پر شاکر رہیں۔ یا پھر عملی جدو جہد کر کے حلال طریقوں سے غنا و دولت حاصل کرنیکی کوشش کریں۔ واللہ المستعان۔

اس تفاوت درجات کی وجہ سے دولت کا چند انسانوں کے ہاتھ میں جمع ہوجانے کا جو خطرہ تھا۔ قرآن نے اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ فقراء مساکین۔ قرابتدار اور یتیموں پر خرچ کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ دولت چند ہاتھوں میں اکٹھی ہو کر رہ جائے

مردوں کا عورتوں پر درجہ

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ پ۲ ع ۱۲۔ ترجمہ۔ اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(مطلب) یہ امر تو حق ہے کہ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔ ایسے عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ جن کا قاعدہ کے موافق ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے تو اب مرد کو عورت کے ساتھ بدسلوکی اور اسکی ہر قسم کی حق تلفی ممنوع ہوگی۔ مگر یہ بھی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور فوقیت ہے۔ تو اس لئے رجعت میں اختیار مرد ہی کو دیا گیا عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر رکھ لے۔ اگرچہ عورت کی خوشی نہ ہو۔ مگر اس لوٹانے سے مقصود سلوک اور اصلاح ہو

درجات خیر امت

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ڼ لَا يَسْتَوٗنَ ۝ پ۲۱ ع ۱۵۔ ترجمہ۔ کیا مومن اس کے برابر ہے جو نافرمان ہو۔ برابر نہیں ہو سکتے + اے مسلمانو! خدا نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے اس کے علم ازلی میں پہلے سے یہی مقدر ہوچکا تھا جسکی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دے دی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہونگے۔ آپکی امت بھی جملہ امم و اقوام سے گوئے سبقت لے جائیگی۔ کیونکہ اس کو سب سے اشرف و اکرم پیغمبر نصیب ہوگا۔ ادوم و اکمل شریعت ملے گی۔ علوم و معارف کے دروازے اس پر کھول دیئے جائیں گے ایمان و عمل و تقوے کی تمام شاخیں اسکی محنت و قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہونگی۔ وہ کسی خاص قوم و نسب یا مخصوص ملک و اقلیم میں محصور نہوگی۔ بلکہ اس کا دائرۂ عمل سارے جہان کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا۔ گویا اس کا وجود ہی اس لئے ہوگا کہ دوسروں کی خیرخواہی کرے اور جہانتک ممکن ہو۔ انہیں جنت کے دروازے پر لا کر کھڑا کردے

درجات شہدا

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ شہیدوں کو مرنیکے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مُردوں کو نہیں ملتی۔ انکو حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے۔ شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں اسوقت شہدا بیحد خوش ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل

انہیں یہ دولت بخشی جو وعدے شہیدوں کے لئے پیغمبرؑ کی زبانی کئے گئے تھے۔ انہیں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرکے خوش ہوتے ہیں۔

نیت کی فضیلت اور اس کی حقیقت

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہم شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

گزشتہ سے پیوستہ

اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ نیۃ المومن خیر من عملہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے (رواہ الطبرانی من حدیث سہل بن سعد)

اس حدیث کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے جو درحقیقت اختلاف نہیں۔ بلکہ اس حدیث کی مختصر تفسیریں اور تعبیریں ہیں۔ دراصل بظاہر اس حدیث میں یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ عمل کرنے سے نیت کا درجہ کیسے بڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ نیت تو عمل سے پہلے ہوتی ہے۔ پھر اس میں مشقت بھی کچھ نہیں اور عمل میں مشقت ہے۔ اس لئے بعض علماء نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا کہ انسان کئی قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو نیک نیت کرے اور عمل نہ کرے۔ اور دوسرا وہ جو عمل کرتا ہے مگر نیت ٹھیک نہیں ہے۔ مثلاً عمل میں ریا کا شائبہ ہے۔ یا کسی دنیوی غرض کو حاصل کرنے کے لئے نیک کام کر رہا ہے تو چونکہ اس دوسرے شخص کی نیت ٹھیک نہیں۔ اس لئے اس کے عمل کا کوئی بھی ثواب نہیں۔ بلکہ ریا وغیرہ کا گناہ ہوا۔ بخلاف اس شخص کے کہ جسنے صرف نیت کی تھی اس کو نیت کا ثواب تو مل گیا گو وہ عمل نہ کر سکا۔ اور پہلے شخص کو نیت کا ثواب ملا نہ عمل کا تو اس صورت میں نیت عمل سے بڑھ گئی۔ کیونکہ بہرحال وہ نیت ثواب کا باعث ہوئی اور یہ عمل کچھ بھی نہوا۔ اور بعض علماء نے اسکی وجہ یہ بتائی کہ چونکہ عمل تو ہوتا ہے محدود اور نیت انسان غیر محدود کی بھی کر سکتا ہے۔ تو اس صورت میں نیت عمل سے بڑھی ہوئی ہے مثلاً حدیث میں ہے کہ ایک تو ایسا شخص ہے کہ جس کو خدا تعالےٰ نے مال بھی عطا فرمایا ہے اور علم بھی۔ اب وہ اپنے مال کو اپنے علم کے مطابق صحیح جگہوں میں خرچ کرتا ہے۔ یعنی جہاں خرچ کرنے کا حکم ہے وہاں تو خرچ کرتا ہے اور جہاں خرچ کرنیکی ممانعت ہے۔ وہاں خرچ کرنے سے رُک جاتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ شخص ایسا ہے کہ اس کو اجر اور ثواب بہت ملے گا۔ کیونکہ جہاں جہاں اس کو خرچ کرنیکی ضرورت محسوس ہوگی۔ دل کھول کر خدا کی راہ میں خرچ کرے گا۔ اور ایک دوسرا شخص ہے کہ اس کے پاس نہ مال ہے اور نہ علم ہے اور وہ اس کو دیکھ دیکھ کر حسرت کھاتا اور رشک کرتا ہے کہ کاش خدا تعالےٰ مجھ کو بھی اسی طرح مال دیتا اور میں اس کو خدا کی راہ میں اس شخص کی طرح خرچ کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا هُمَا فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ۔ یعنی یہ دونوں اجر اور ثواب میں برابر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس دوسرے کے پاس اگرچہ مال و دولت نہیں ہے۔ مگر اس کی نیت تو یہ ہے۔ کہ اگر ہوتا تو میں خرچ کرتا۔ تو چونکہ یہاں اس کی نیت شامل ہو گئی۔ اس لئے اجر و ثواب میں اس کے برابر کر دیا گیا اور تیسرا وہ شخص ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس کو مال دیا۔ مگر اس نے علم حاصل نہیں کیا۔ اس لئے اپنے مال کو اندھا دھند عیش پرستیوں اور فضول خرچیوں میں خرچ کرتا رہا ہے اور کسی مفلس آدمی نے اس کو دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہ شخص تو خوب مزے اڑا رہا ہے۔ اس لئے اس نے بھی یہ حسرت کی کہ مجھے مال ملے تو میں بھی یونہی عیش اڑاؤں اور دنیا کے مزے لوں فرمایا کہ یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ تو یہ برابری محض نیت کی وجہ سے ہوئی۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ اگر کسی کو نیک کاموں میں خرچ کرتے دیکھے۔ تو کہے کہ اگر مجھے بھی مال میسر ہوتا۔ تو میں بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتا۔ اور کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے مال کو بیجا خرچ کرکے گناہ میں مبتلا ہے تو یہ کہو کہ خداوندا تیرا احسان ہے اور شکر ہے کہ تو نے مجھے دیا ہی نہیں کہ میں اس خرافات میں خرچ کرتا۔ بعض اولیاء کرام کے کلام میں دیکھا کہ دو چیزیں عجیب و غریب ہیں ایک توبہ اور دوسری نیت اور یہ دونوں عجیب و غریب اس لئے ہیں کہ یہ نیت کا کام ہے کہ معدوم چیز کو موجود بنا دینا۔ مثلاً ہم نے کوئی عمل نہیں کیا۔ مگر نیت نے اس کو موجود کر دیا اور دوسری چیز توبہ ہے۔ جو موجود کو معدوم کر دیتی ہے۔ کیونکہ انسان خواہ ستر برس تک گناہ کرتا رہے۔ بلکہ شرک و کفر میں مبتلا رہے۔ جب بارگاہ الٰہی پر ایک سجدہ کیا۔ اور معافی مانگی۔ سب یک قلم معاف اور گناہوں کا جو ایک بیشمار ذخیرہ جو موجود تھا۔ اس کو ایک مخلصانہ توبہ نے معدوم کر ڈالا۔ یہ وہ نعمتیں خدا تعالےٰ نے اہل ایمان کو عطا کی ہیں عجیب نعمتیں ہیں۔ فللّٰہ الحمد حمدًا کثیرًا۔

جو حدیث ابتدا میں میں نے پڑھی ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔ یعنی اعمال بمنزلہ جسم کے ہیں اور نیت بمنزلہ روح کے ہے۔ جس درجہ کی نیت ہوگی۔ اسی درجے کا عمل ہوگا۔ اگر اچھی نیت ہے تو عمل بھی اچھا ہوگا اور فاسد نیت ہے تو عمل بھی فاسد ہوگا۔ اس سے بھی نیۃ المومن خیر من عملہ کا نیا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ جب نیت بمنزلہ روح کے ہے اور عمل بمنزلہ جسم تو ظاہر ہے کہ روح کا درجہ جسم سے بڑھا ہوا ہے

آج کل کے فلسفیوں کو اور مادہ پرستوں کو اس جگہ یہ اشکال پیش ہوا کرتا ہے۔ کہ یہ باتیں محض مولویوں کے ڈھکوسلے ہیں اور محض سنی سنائی باتیں ہیں اور اس کے لئے کوئی عقلی دلیل نہیں۔ کیونکہ عقل اس بات کو تسلیم کرنے سے منکر ہے کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہو۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ اس کے واسطے عقلی دلیل بھی موجود ہے بلکہ مشاہدہ موجود ہے۔ دیکھئے آپ باپ ہونے کی حیثیت سے اپنے بچہ کے طمانچہ مار دیں تو اس سے اس بچے کے دل میں جو آپ کی محبت ہے اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ لیکن اگر آپ کسی محلے کے بچے کے طمانچہ مار دیں تو اس سے بچے کو بھی ناگوار ہوگا۔ اور اس کے والدین اور سرپرستوں کو بھی ناگوار گذرے گا۔ سوچنا چاہیئے۔ کہ آخر یہ فرق کیوں ہوا۔ وہی نیت کا فرق ہے کہ اپنے بچے کو مارنے میں اسکی اصلاح اور تربیت مدنظر ہے اور محلے کے بچے کو

مارنے میں یہ چیز نہیں۔ اسی طرح کسی شخص سے نادانستہ کسی کا نقصان ہو جائے کہ اسکی نیت اور ارادہ اس نقصان کرنے کا نہیں تھا۔ مگر لاعلمی اور غیر اختیاری طور پر وہ نقصان ہو گیا۔ اگر یہ دُوسرا شخص عدالت میں دعوےٰ دائر کرے اور عدالت کو یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ کام اس نے قصداً نہیں کیا۔ بلکہ نادانستہ ہو گیا ہے۔ تو عدالت اس کو سزا نہ دے گی اور اگر دے گی تو اس درجہ کی سزا نہ دے گی۔ جیسی کہ قصداً میں دی جاتی تو جب دنیا کے احکام نیت سے بدل جاتے ہیں تو آخرت کے احکام کے متعلق اگر نبی خبر دے تو اس میں کیوں شک ہے؟

حدیث۔ نیة المومن خیر من عملہ کی ایک توجیہ علماء نے یہ کی ہے۔ کہ نیت ایک ایسا فعل ہے کہ اس میں ریاء کا احتمال نہیں۔ اس لئے یہ عمل سے بہتر ہے۔ کیونکہ عمل میں ریا کا احتمال ہے اور ایک توجیہ اس کی امام غزالیؒ نے لکھی ہے وہ یہ کہ عمل کا تعلق تو اعضائے ظاہری سے ہے اور نیت کا تعلق باطن سے ہے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ اطباء جو مریضوں کو دوا دیتے ہیں۔ ان میں بعض تو اوپر لیپ کرنے کی ہوتی ہیں اور بعض دوائیں پلانے کی ہوتی ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ جو دوا جسم کے اندر پہنچ کر اپنا اثر کرے گی۔ وہ زیادہ موثر ہو گی بہ نسبت اس دوا کے جو اوپر سے لیپ کے طور پر لگا دی جائے۔ اسی طرح نیت اور عمل کا حال ہے

اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ لفظ "نیت" کے کیا معنی ہیں۔ سو نیت کے معنی لغت میں قصد کرنے اور ارادہ کرنے کے ہیں مگر حقیقت اسکی قصد اور ارادہ کے سوا کچھ اور ہے۔ یوں سمجھئے کہ نیت کی حقیقت یہ ہے۔ کہ نیت ایک قلبی صفت اور کیفیت کا نام ہے جو علم اور عمل کے درمیان میں ہے۔ اس کو مثال سے سمجھئے کہ مثلاً پہلے تو انسان کو علم حاصل ہوتا ہے کہ فلاں کام میں نفع ہے۔ یا نقصان۔ جیسے تجارت میں نفع ہونے کا کسی کو علم ہو کہ اگر تجارت کی جائے تو نفع ہوتا ہے۔ یا کھیتی کرنے سے غلہ پیدا ہو گا۔ یہ تو سب سے پہلا درجہ ہے جو علم کا درجہ کہلاتا ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان عمل شروع کر دے۔ جیسے تجارت کا مال خرید کر دوکان میں لگا کر بیٹھ جائے۔ یا کھیتی کرنے کے لئے ہل وغیرہ چلانا شروع کر دے۔ یہ عمل کا درجہ ہے اور ان دونوں کے درمیان جو چیز ہے وہ نیت ہے۔ یعنی علم کے بعد جو طبیعت میں اس کام کے کرنے کی آمادگی پیدا ہوئی۔ پس یہی نیت کا درجہ ہے۔ امام غزالیؒ نے اسکی تعریف اور حقیقت کو دو لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

انبعاث القلب الیٰ ما یراہ موافقاً بِغَرْضِہٖ مِنْ جَلْبِ نَفْعٍ اَوْدَفْعِ مُضَرَّۃٍ حَالًا اومالاً۔ یعنی کسی کام کے لئے دل کا اُٹھ کھڑا ہو جانا کہ جس کو دل اپنی غرض کے موافق پاتا ہے۔ خواہ وہ غرض جلب منفعت ہو۔ یا دفع مضرت ہو عام ہے۔ اس سے کہ وہ غرض فے الحال ہو۔ یا فی المآل ہو۔ اور اسی کے لئے فرماتے ہیں کہ اعمال کا دارو مدار دل کے کھڑے ہو جانے پر ہے۔ اگر دل خدا کے لئے کھڑا ہو گیا تو وہی حکم ہو گا اور اگر دنیا کے لئے کھڑا ہو گا۔ تو وہی حکم ہو گا۔ غرض اعمال کی روح نیت ہے۔ اگر نیت اچھی ہے تو عمل بھی مقبول ہے۔ ورنہ مردود۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اعمال کی تین قسمیں ہیں۔

قسم اول تو وہ اعمال ہیں جو طاعات کہلاتے ہیں۔ مثلاً نماز و روزہ صدقہ خیرات وغیرہ۔ دوسری قسم وہ کہ جو مباحات کہلاتے ہیں۔ یعنی جن کے نہ تو کرنے سے گناہ ہے اور نہ ان کو ترک کرنے سے کوئی گناہ۔ جیسے کپڑا پہننا۔ کھانا کھانا۔ خوشبو لگانا وغیرہ تیسری قسم اعمال کی معاصی ہیں۔ یعنی وہ اعمال جن کے کرنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے اور انکے کرنے سے گناہ ہے۔

اب اس حدیث میں جو اعمال کا ذکر ہے۔ اس سے اعمال طاعت اور اعمال مباح مراد ہیں۔ معاصی یعنی اعمال معصیت اس سے مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر طاعات اور مباحات میں نیت اچھی ہوئی۔ تو نیت کے مطابق انکی فضیلت بڑھ جائیگی۔ مگر گناہوں میں نیت خواہ کتنی بھی اچھی ہو۔ وہ گناہ گناہ ہی رہے گا۔ مثلاً کوئی شخص چوری اس نیت سے کرے کہ میں اس سے غریبوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا کوئی رشوت اس نیت سے لے کہ میں مسجد بنواؤں گا تو یہ چوری اور رشوت گناہ ہی رہیں گے۔ اور اس پر کوئی ثواب مرتب نہ ہو گا۔ اس معصیت میں حسن نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ عمل معصیت کے بنا پر وہ اچھی نیت بھی فاسد ہو جائے گی۔ طاعت میں نیت خالص اللہ کے لئے کرنی چاہیئے اور اس میں کوئی پابندی نہیں۔

ایک عمل میں جتنی نیتیں کر لیگے اتنا ہی ثواب ملتا چلا جائے گا۔ مثلاً مسجد میں حاضر ہونا ہے یہ عبادت ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لے کہ خدا تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہو رہا ہوں تو اس کو دو ثواب ملیں گے اور اگر کسی نے اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لی کہ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ میں اس میں جا رہا ہوں اور جو کوئی کسی کے گھر جاتا ہے۔ وہ اس کی زیارت کرنے کو جاتا ہے۔ اس لئے میں اللہ کی زیارت کرنے جا رہا ہوں تو ایک اجر اور مل جائے گا اور اگر کسی نے اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لی کہ کسی کے گھر جانے سے انسان اس کا مہمان ہوتا ہے۔ تو میں خدا کا مہمان بننے کے لئے اور اسکی مہمانی کے مزے لوٹنے کو مسجد میں جا رہا ہوں تو ایک اجر اور بڑھ گیا اور اگر کسی نے یہ نیت بھی کر لی کہ مسجد میں نیک لوگ اور فرشتے ہوتے ہیں۔ لہذا ان سے برکت بھی حاصل ہو گی تو اس صورت میں ایک اجر اور بڑھ جائے گا اور اگر کسی نے یہ بھی نیت کر لی ہے کہ میں تو روسیاہ اور گنہگار ہوں اور وہاں پر اللہ کے مقبول اور برگزیدہ بندے بھی ہوں گے۔ اس لئے میری روسیاہی اور گنہگاری ان کی برکت سے دھل جائیگی تو اس نیت کا ثواب بھی بڑھ جائے گا۔ اور اگر یہ نیت بھی ساتھ ملا لے کہ جتنی دیر مسجد میں بیٹھوں گا۔ گناہوں سے محفوظ رہونگا۔ تو یہ ایک اور اجر بڑھ جائے گا۔ اسی طرح قبلہ رو ہو کر بیٹھوں گا تو خانہ کعبہ کی سمت سے استفاضہ کروں گا اور برکت حاصل کروں گا۔ تو ایک اس کا اجر اور بڑھ جائے گا۔ نیز فقہاء نے لکھا کہ اعتکافِ نفل چند گھنٹوں بلکہ چند منٹ کا بھی ہو سکتا ہے تو اگر مسجد میں آنے کے وقت اعتکاف کی بھی نیت کر لی تو اعتکاف کا بھی ثواب ملا۔ غرض اپنی عقل سے سوچکر جتنی چیزوں کی نیت کرتے جاؤ گے اتنا ہی اجر بڑھتا جائے گا۔ آخرت کی تجارت میں اس عقل کو انسان کو خرچ کرنا چاہیئے۔ غرض اللہ تعالےٰ کا خزانہ کھلا ہوا ہے۔ وہاں ایک ہی نیت نہ کرو۔ بلکہ ایک ایک کام میں متعدد نیتیں کرو۔ تاکہ اجر بڑھتا چلا جائے۔ وہاں کوئی کمی نہیں۔ نہ دینے میں ان کو مشقت ہوتی ہے۔ جیسے صدقہ و خیرات کرنا ثواب کا کام ہے۔ مگر فقہاء نے لکھا ہے کہ صدقے کے مستحق سب سے زیادہ اپنے قریبی عزیز ہیں۔ تو اگر کوئی صدقہ کرتے وقت اپنے عزیزوں کو

دے۔ اور یہ نیت کرے کہ چونکہ یہ ضرورتمند ہیں۔ اس لئے ان کو اپنی حاجت رفع کرنے کے لئے دے رہا ہوں۔ تو اس طرح صدقہ کرنے کا اجر۔ دوسرا صلہ رحمی کا اجر۔ تیسرا امداد فقراء کا اجر۔ غرض نیت کی ہی برکت سے یہ اجر حاصل ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے اعزہ کو صدقہ دینے کے بارے میں ایک اصول اور ضابطہ بنا رکھا تھا اور وہ یہ کہ بعض رشتہ دار تو انسان سے کسی وجہ سے ناخوش رہتے ہیں اور بعض خوش اور راضی ہوتے ہیں۔ تو آپ ان رشتہ داروں کو دینا پسند کرتے تھے جو ناخوش رہتے ہیں اور قرآن مجید میں عباد مخلصین کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کا مسلک یہ ہے۔

لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝

ہم (صدقہ دے کر) تم سے بدلہ اور شکرگزاری کے طلبگار نہیں ہیں۔

تو چونکہ شکریہ کا طلب کرنا بھی ایک طرح کا بدلہ چاہنا ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ روٹھے ہوئے رشتہ داروں سے شکرگزاری تو نہیں ہوتی۔ اس لئے میں ان کو دینا پسند کرتا ہوں۔ یا مثلاً کوئی شخص بے نماز ہے۔ اس کو اس نیت سے صدقہ دیا کہ جب میں اس کو دونگا تو یہ مجھ سے مانوس نہ ہو جائیگا اور پھر میں اس کو نماز کے لئے ترغیب دے سکوں گا۔ تو اس کا اجر بھی بڑھ جائے گا۔ اسی طرح دکان کھولنا۔ خوشبو لگانا۔ مکان بنانا وغیرہ۔ یہ سب کام مباح ہیں۔ نہ ان کے کرنے میں کچھ گناہ ہے۔ نہ ثواب۔ لیکن اگر مثلاً دکان اس نیت سے کھولی کہ اسکے ذریعہ سے روپیہ کماؤں گا اور غربا اور مساکین کی مدد کرونگا اور مسلمانوں کی ضرورت مہیا کروں گا تاکہ ان کو سہولت ہو اور کافروں سے خرید کی مسلمانوں کو ضرورت نہ رہے اور اسکی وجہ سے مجھے دنیا والوں سے استغنا ہو جائیگی اور روپیہ خدا کی راہ میں اور جہاد میں خرچ کروں گا تو اب یہ دکان تجارت گاہ نہیں بلکہ عبادت گاہ بن گئی۔

تو حضرات دیکھئے کہ نیت کی برکت سے تجارت بھی عبادت بن گئی۔ اب اس کا ہر ہر لمحہ گویا عبادت میں گذر رہا ہے۔ پھر اگر خدا کسی کو تجارت میں نفع دے اور خدانخواستہ اس کے دل میں تکبر اور علو پیدا ہو جائے تو یہ وبال ہیں۔

مثلاً آپ اپنی دکان پر بیٹھے ہیں۔ سامنے میز بچھی ہے۔ بجلی کا پنکھا چل رہا ہے۔ سامنے ٹیلیفون رکھا ہے۔ اور سامنے سڑک پر کوئی گدا فقیر خستہ حال گذرا تو اس کو دیکھ کر اپنی حالت پر ناز نہیں کرنا چاہیئے بلکہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس کا لاکھ لاکھ احسان اور کرم ہے کہ اس نے محض اپنی رحمت سے مجھے اتنا دے رکھا ہے وہ اگر چاہتا تو اس کے برعکس بھی کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میں بجائے تکبر اور فخر کے شکر کرنا چاہیئے۔ اور یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ میرا فرض ہے کہ ایسے ناداروں کی خبرگیری کروں اور مجھ پر جو خدا کی نعمتیں مبذول ہیں۔ ان کا شکر کروں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے بعد جہنمی جہنم میں اور جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ جسکی کوئی مدت متعین نہیں حالانکہ جن لوگوں کو جہنم میں بھیجا جائیگا۔ ان کے اعمال کفر محدود ہیں اور جن کو جنت میں بھیجا جائے گا۔ ان کے اعمال صالح بھی محدود ہیں تو اس محدود کی جزاء لامحدود کیوں مقرر کی گئی۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس اشکال کا یہی جواب دیا ہے کہ چونکہ عمل کرنے والے کی نیت دوام کی تھی۔ اس لئے جزا بھی دائمی مقرر ہوئی۔ کافر کی نیت یہ تھی کہ اگر ایک کروڑ سال کی عمر ملے تو کفر ہی پر قائم رہونگا۔ اسیطرح مومن کی بھی یہی نیت ہے کہ کتنی ہی عمر دراز کیوں نہ ہو ایمان پر قائم رہوں گا۔ نیت چونکہ دوام کی ہے۔ اسلئے جزاء بھی دائمی ہے۔ آجکل زمانہ ایسا ہے کہ لوگ دین اور عمل کے نام سے گھبرانے لگے ہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ نیت خالص کیسے ہو سکتی ہے۔ سو انسان کو گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ عمل شروع کرنے سے ایک دفعہ اپنی نیت درست کرلے۔ پھر بار بار نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کو چاہیئے کہ عمل شروع کرنے سے قبل اپنی نیت درست کرلے۔ بعد میں اگر نیت میں کچھ خلل آئے تو پرواہ نہ کرے شیطان اگر وسوسہ ڈالے تو التفات نہ کرے۔

جواب جاہلاں باشد خموشی۔

ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ حضرت عجیب کشمکش میں مبتلا ہوں۔ نفلیں پڑھنے کو دل چاہتا ہے مگر جب پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو ریا ہوتی ہے اور اگر ریا کی وجہ سے نہ پڑھوں تو نفلوں سے محروم رہتا ہوں۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ شیخ نے کہا۔ نفلیں تو ریا سے پڑھ لیا کرو اور بعد میں ریا سے توبہ کر لیا کرو۔ سو اس حکایت سے معلوم ہوا کہ انسان کو جو نیک کام کرنا ہو کر گذرے اور اگر بعد میں محسوس ہو کہ اس میں ریا و نمود کا شائبہ ہے تو اس سے استغفار کرلے۔ توبہ اور استغفار سیئات کو حسنات سے بدل دیتی ہے۔ نیت کی ایک عجیب فضیلت قرآن مجید سے سمجھ میں آئی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن مجید میں ہے کہ جب شیطان مردود ہوا اور وہاں سے نکالا گیا تو اس نے کہا

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ — قسم ہے تیری عزت و جلال کی۔ میں ضرور ان کو یعنی اولاد آدمؑ کو گمراہ کر دونگا۔ مگر جو ان میں سے تیرے مخلص بندے ہیں۔ سورہ صٓ پ ۲۳۔ ع ۵۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچنے کا راستہ سوائے حسن نیت اور اخلاص کے اور کوئی نہیں اور اس میں کوئی مشقت نہیں کہ نیت کو کام کرنے کے وقت خالص کر لیا جائے اور اگر اسکے بعد بھی کسی کے دل کو تسلی نہ ہو اور دل اس سے مطمئن نہ ہو تو سمجھ لے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے جو اس طرح مجھے نیک کام کرنے سے روک رہا ہے۔ ایسے وقت میں اس سے کہدے کہ مجھے تیری کچھ پرواہ نہیں تو کتنا ہی مجھے بہکا اور میرے پیچھے پڑے یہ کام کر کے چھوڑوں گا اور اگر پھر بھی دل میں کچھ خلش رہ جائے تو خدا سے دعا کرے کہ اللہ میں کمزور ہوں۔ میری دستگیری فرما۔

ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا کہ ان کو حکومت وقت نے جیل میں بند کر دیا تو جیل میں ان کا معمول تھا کہ جب جمعہ کا دن آتا غسل کرتے کپڑے بدلتے اور جب اذان کی آواز آتی تو جیلخانے کے درواز تک تشریف لیجاتے پھر لوٹ آتے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے کہ

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ — جب جمعہ کے دن اذان ہو جائے تو تم اللہ کی یاد کی طرف دوڑو۔

سو میں اس حکم کی تعمیل کرنے کیلئے تیاری کرتا ہوں اور جہانتک جاسکتا ہوں چلا جاتا ہوں تو اس طرح بزرگ کو جمعہ کی نماز پڑھنے کا ثواب مل جاتا تھا۔ لہذا لوگوں کو چاہیئے کہ وہ شیطانی وسوسوں کی پرواہ نہ کریں اور کہدیں کہ میں تو اللہ کیلئے اس کام کو ضرور کروں گا۔ تو بلا سے راضی ہو یا نہ ہو

دعا کیجئے کہ اللہ ہماری نیتوں کو درست فرمائے اور حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین و

آخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین ۔

بچوں کا صفحہ

از جناب کمال الدین مدرس لاہور کارپوریشن

بہترین صدقہ وہ ہے جو غنی سے ہو

نمبر ا

حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے افضل صدقہ کیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نادار کی انتہائی کوشش اور ابتدا اس سے کرو۔ جس کی پرورش تمہارے ذمہ ہے۔ (مشکوٰۃ عن ابی ہریرہؓ)۔ یعنی جو شخص خود ضرورتمند ہو۔ فقیر ہو۔ نادار ہو۔ اور وہ اپنی کوشش سے اپنے کو مشقت میں ڈال کر جو صدقہ کرے افضل ہے۔

حضرت بشرؒ فرماتے ہیں کہ تین عمل بہت سخت ہیں۔ یعنی ان میں سے ہمت کا کام ہے ایک تنگدستی کی حالت میں سخاوت۔ دوسرے تنہائی میں تقویٰ اور اللہ کا خوف تیسرے ایسے شخص کے سامنے حق بات کا کہنا۔ جس سے خوف ہو یا امید ہو (اتحاف) یعنی اس سے اغراض وابستہ ہیں اور یہ اندیشہ ہے کہ وہ حق بات کہنے سے میری اغراض پوری نہ کرے گا یا نقصان پہنچائے گا۔

آیات کے ذیل میں بھی اس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے کہ وہ حضرات باوجود اپنی حاجت اور فقر کے دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تین شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ میرے پاس سو دینار (اشرفیاں) تھے۔ میں نے ان میں سے دس دینار اللہ واسطے صدقہ کر دیئے۔ دوسرے صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس دس دینار تھے۔ میں نے ایک دینار صدقہ کر دیا۔ تیسرے صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ہی دینار تھا۔ میں نے اس کا دسواں حصہ صدقہ کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم تینوں کا ثواب برابر ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ صدقہ کیا ہے اس کے بعد حضورؐ نے یہ آیت شریفہ پڑھی۔ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ (کنز) یہ آیۃ شریفہ سورہ طلاق کے پہلے رکوع کے ختم پر ہے۔ پوری آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ وسعت والے کو اپنے وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیئے اور جس کی آمدنی کم ہو۔ اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا اس کو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرے (یعنی امیر آدمی اپنی حیثیت سے جتنا اسکو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرے (یعنی امیر آدمی اپنی حیثیت کے موافق خرچ کرے) اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے موافق خرچ کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جتنا اس کو دیا ہے (اور تنگی کے بعد جلدی ہی فراغت بھی دے دیگا۔

ایک صحیح حدیث میں حضورؐ کا پاک ارشاد نقل کیا گیا کہ ایک درم ایک لاکھ درم سے بھی ثواب میں بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح کہ ایک آدمی کے پاس دو ہی درم فقط ہیں۔ اس نے ان میں سے ایک درم صدقہ کر دیا۔ دوسرا ایسا شخص ہے۔ کہ اس کے پاس بہت بڑی مقدار میں مال ہے۔ اس نے اپنے کثیر مال میں سے ایک لاکھ درم صدقہ کیئے تو یہ ایک درم ثواب میں بڑھ جائے گا۔

علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایات سے اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کی علامت لکھی۔ یہی نادار کی کوشش ہے کہ ایک شخص کے پاس صرف دو درہم ہیں یعنی ۷؍ کہ ایک درم تقریباً ۳؍ کا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک صدقہ کر دے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے۔ جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ جب ہم لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے تو ہم میں سے بعض آدمی بازار جاتے اور اپنے اوپر بوجھ لاد کر مزدوری میں ایک مد (جو حنفیہ کے نزدیک ایک سیر وزن ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک تین پاؤ سے بھی کچھ کم ہے) کماتے اور اس کو صدقہ کر دیتے (فتح)

بعض روایات میں ہے کہ ہم میں سے بعض آدمی جن کے پاس ایک درم بھی نہ ہوتا تھا بازار جاتے اور لوگوں سے اس کی خواہش کرتے کہ کوئی مزدوری پر کام کرالے اور اپنی کمر پر بوجھ لاد کر ایک مد مزدوری حاصل کرتے۔ راوی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں جہاں تک خیال ہے۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ اپنا ہی حال بتا رہے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے اس پر یہ باب ذکر کیا ہے۔ بیان اس شخص کا جو اس لئے مزدوری کرے کہ اپنی کمر پر بوجھ لادے اور پھر اس مزدوری کو صدقہ کر دے (فتح) آج ہم میں سے بھی کوئی اس امنگ کا آدمی ہے کہ اسٹیشن پر جا کر صرف اس لئے بوجھ اٹھائے کہ دو چار آنے جو مل جائیں گے۔ وہ ان کو صدقہ کر دیگا۔ ان حضرات کو آخرت کے کھانے کا ہر وقت اتنا ہی فکر رہتا تھا۔ جتنا ہمیں دنیا کے کھانے کا۔ ہم اس لئے مزدوری کر سکتے ہیں کہ آج کھانے کو کچھ نہیں۔ لیکن یہ اس لئے مزدوری کرتے تھے کہ آج آخرت میں جمع کرنے کو کچھ نہیں ہے۔

ابتدائے اسلام میں بعض منافق ایسے لوگوں پر طعن کرتے تھے جو مشقت اٹھاکر تھوڑا تھوڑا صدقہ کرتے تھے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان پر عتاب فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (توبہ ع ۱۰)۔ یہ (منافق) ایسے لوگ ہیں کہ نفل صدقہ کرنے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (بالخصوص) ان لوگوں پر (اور بھی زیادہ) طعن کرتے ہیں۔ جن کو بجز محنت اور مزدوری کے کچھ میسر نہیں ہوتا یہ (منافق) ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مذاق اڑانے کا بدلہ (اسی نوع سے) دیگا (کہ آخرت میں ان احمقوں کا بھی اوّل مذاق اڑایا جائے گا) اور دکھ دینے والا عذاب تو ان کے لئے ہے ہی۔ وہ تو ٹلتا نہیں۔

مفسرین نے اس آیت شریفہ کے ذیل میں بہت سی روایات اس قسم کی ذکر کی ہیں کہ یہ حضرات دن بھر مزدوری کرکے کماتے اور صدقہ کرتے اور جو کچھ گھر میں تھوڑا بہت ہوتا تو وہ انکی نگاہ میں صدقہ ہی کے واسطے ہوتا تھا۔ مجبوری کے درجے میں کچھ خود بھی استعمال کر لیا۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک سائل حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حسنؓ یا حسینؓ سے فرمایا۔ کہ اپنی والدہ (حضرت فاطمہؓ) سے کہو کہ میں نے

ایڈیٹر عبدالمنان چوہان

شرح چندہ
سالانہ ۱۱ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی ۳ روپے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم وجیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

جو چھ درہم تمہارے پاس رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک دے دو۔ صاحبزادے گئے اور یہ جواب لائے کہ وہ آپ نے آٹے کے واسطے رکھوائے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آدمی اپنے ایمان میں اس وقت تک سچا نہیں ہوتا۔ جب تک اپنے پاس کی موجود چیز سے اس چیز پر زیادہ اعتماد نہ ہو جو اللہ جل شانہٗ کے پاس ہے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ وہ چھ درم سب کے سب دے دو۔ حضرت فاطمہؓ نے تو یاد دہانی کے طور پر فرمایا تھا۔ اُن کو اس میں کیا تامل ہو سکتا تھا۔ اسلئے حضرت فاطمہؓ نے دے دیئے۔ حضرت علیؓ نے وہ سب سائل کو دے دیئے۔ حضرت علیؓ اپنی اس جگہ سے اٹھے بھی نہیں تھے کہ ایک شخص اونٹ بیچنے کے لئے آیا۔ آپ نے اس کی قیمت پوچھی۔ اس نے ۱۴۰ درم بتائے۔ آپ نے وہ قرض خرید لیا اور قیمت کی ادائیگی کا بعد کا وعدہ کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اور اونٹ کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کس کا اونٹ ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا ہے۔ پوچھا کہ بیچتے ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے قیمت پوچھی۔ حضرت علیؓ نے ۲۰۰ درم بتائے۔ وہ خرید کر لے گیا۔ حضرت علیؓ نے ۱۴۰ درم اپنے قرضخواہ کو دے کر ۶۰ درم حضرت فاطمہؓ کو لا کر دے دیئے۔ حضرت فاطمہؓ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئے۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کے واسطے سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو شخص نیکی کرتا ہے۔ اس کو دس گنا بدلہ ملتا ہے (کنز العمال)

(باقی پھر)

بزم عثمانیہ کا قیام:۔

پیر محل۔ جامعہ عثمانیہ اہل سنت والجماعت میں بزم عثمانیہ کا قیام زیر صدارت چوہدری عبد اللطیف صاحب ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل عہدیداروں کا انتخاب کیا گیا۔

مولانا عبد الحی عابد صاحب صدر۔ محمد ارشد صاحب نائب صدر ناظم اعلےٰ انجم الحسن صاحب۔ نائب ناظم قاری عبد الحی صاحب ناظم نشر واشاعت۔ احسان الحق صاحب۔ سعید مختار احمد صاحب خزانچی۔

احسان الحق ناظم نشر واشاعت
بزم عثمانیہ پیر محل

بیادگار شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ اسلامیہ نور ہدائیت کا قیام

قصبہ کلورکوٹ ضلع میانوالی مغربی پاکستان

حال ہی میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کی یادگار کے طور پر ایک مدرسہ اسلامیہ (نور ہدایت) کلورکوٹ ضلع میانوالی میں قائم کیا گیا ہے۔ جس کے لئے زمین حاصل کر لی گئی ہے۔

ایک وسیع کمرہ اور چار دیواری کی بنیاد رکھ دی گئی ہے کمرہ پر -/4700 روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ اس عظیم درسگاہ کی تعمیر کے اخراجات کا اندازہ تقریباً پچاس ہزار -/50000 روپے کا ہے۔ ایک مدرس رکھ لیا گیا ہے۔ نیز ایک اچھے قاری کی تلاش ہے۔ بچیوں کو پڑھانے کیلئے شہر میں پردہ دار مکان لے کر الگ انتظام کیا جائے گا۔ خدا کا شکر ہے تعلیم کے اخراجات اہل قصبہ خود برداشت کر سکتے ہیں۔ تعمیری سلسلہ میں رقم کثیر کی ضرورت ہے جو کہ خالص عطیات ہو سکتے ہیں۔ اس لئے تمام متعلقین سے خصوصاً اور جملہ مسلمانان سے عموماً اپیل کی جاتی ہے کہ وہ پتہ ذیل پر تعمیری سلسلہ میں کچھ رقم کی امداد فرما سکیں تو عین نوازش ہو گی

احقر:۔ خادم مدرسہ حافظ محمد طیب رحیمیہ کلاتھ ہاؤس
کلورکوٹ ضلع میانوالی

جلسہ سالانہ مدرسہ خیر المدارس ملتان

انشاء اللہ تعالےٰ بتاریخ ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۱ فروری سنہ ۱۹۶۰ء منعقد ہو گا۔ جس میں حسب دستور سابق مشاہیر علمائے کرام ملک وملت کی ترقی کے لئے مفید مضامین ایمانی و روحانی بیان فرمائیں گے۔

احباب کرام مذکورہ بالا تاریخیں نوٹ فرمالیں

خادم الطلبہ (مولانا) خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

جامعہ رشیدیہ منٹگمری کا سالانہ تعلیمی اجلاس

بتاریخ ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۶۰ء ماہ شوال میں تجویز ہوا ہے۔ احباب حضرات و ہمدردان جامعہ تاریخیں نوٹ فرمالیں۔

(مولانا) فاضل رشیدی (صاحب) جالندھری ناظم جامعہ رشیدیہ منٹگمری

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا